مجلس انصاراللہ یو.کے. کا علمی تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

تبوک-اخاء 1386 جلد 4 ، نمبر 5

ستمبر-اکتوبر 2007



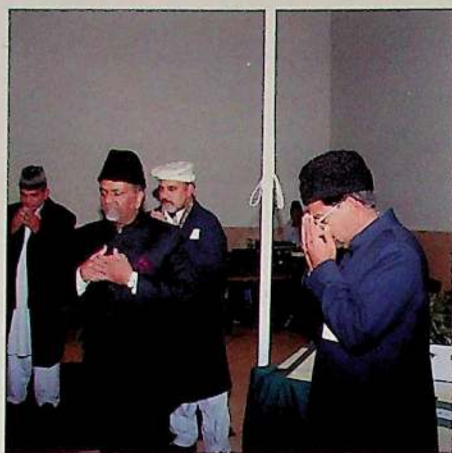
سالانہ اجتماع مجلس انصاراللہ برطانیہ 2007ء کی جھلکیاں


MAJLIS ANSARULLAH UK
25TH NATIONAL
IJTEMA
2007
وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ


25TH NATIONAL
IJTEMA
2007

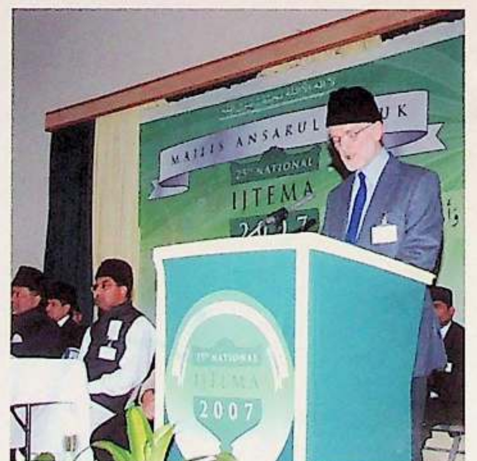

MAJLIS ANSARULLAH UK
25TH NATIONAL
IJTEMA
2007



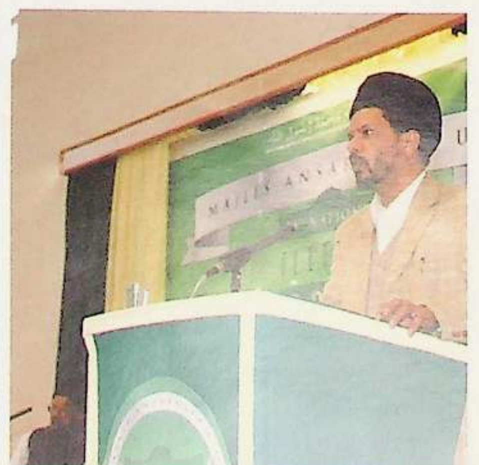



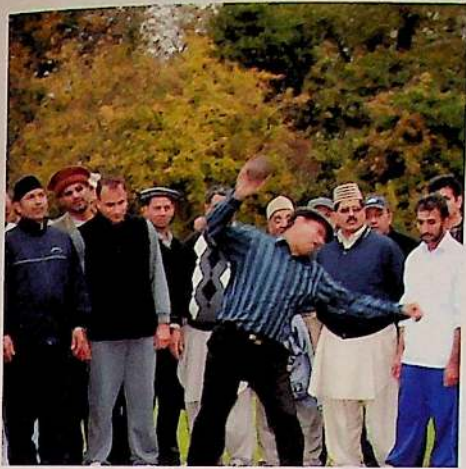






MAJLIS ANSARUL
UK
25th NATIONAL
IJTEMA
2007

2007
















﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؑ　　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصارالدین

جلد۴　نمبر ۵

ستمبر۔اکتوبر ۲۰۰۷ء

انصار اللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

(انشاءاللہ تعالیٰ)

مدیر اعلیٰ
ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر (اردو)
شیخ لطیف احمد

نائبین
عبدالمجید عامر
حسن خان

مدیر (انگریزی): **احد بھنو**

مینیجر: **محمد اسحٰق ناصر**

Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF

اداریہ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم القرآن
صداقت کا ایک روشن نشان

اسلام کی ایک ایسی خصوصیت جو دوسرے کسی مذہب میں پائی نہیں جاتی یعنی اُس کی الہامی کتاب قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود دیا گیا ہے چنانچہ فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ الحجر آیت 10) یعنی اس ذکر (قرآن) کو ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔

اس آیت میں لفظی اور معنوی حفاظت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ معنوی حفاظت کا مطلب ہے کہ جب لوگ قرآنی ہدایت سے دور ہو جائیں گے اور دلوں سے اس کا اثر اٹھ جائے گا تو اللہ تعالیٰ پھر ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ قرآن کے معانی کو از سرِ نو تازہ زندگی بخشی جائے۔ وہ حالات جن سے قرآن کے علوم کو نئی زندگی بخشی جائے گی، ان کے متعلق احادیث میں واضح ارشادات ملتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو پیدا کرتا رہے گا جو قرآن کے علوم کو دنیا میں پھیلاتے رہیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے لوگ ہمیشہ ہی دنیا میں پیدا ہوتے رہے ہیں مگر ہر صدی کے سر پر مجدد ین کی آمد کا سلسلہ بھی اس آیت کی سچائی پر گواہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ضرور ایسے آدمی کھڑے کرتا رہے گا جو اُس کے دین کی تجدید کرتے رہیں گے'' (ابوداؤد کتاب الفتح)۔ اسی طرح صحیح بخاری میں بھی مذکور ہے کہ ''اگر ایمان ثریا تک بھی اٹھ گیا تو اہلِ فارس میں سے ایک فرد اسے واپس لے آئے گا''۔

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں ظاہر ہوگا جب علمِ قرآن دنیا سے اٹھ جائے گا اور جہالت چھا جائے گی۔ اس وقت زمانہ اس بات کا متقاضی ہوگا کہ کوئی خدا کی طرف سے دنیا میں ظہور پذیر ہو اور اس کے دین کو از سرِ نو زندہ کرے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے پیش گوئیوں کے مطابق روحانی گراوٹ کے ایسے ہی وقت میں اپنا دعویٰ پیش کیا اور فرمایا:

''اس مقام کو غور سے دیکھو اور جلدی سے نکل نہ جاؤ۔ اور خدا سے دعا مانگو کہ وہ تمہارے سینوں کو کھول دے۔ آپ لوگ تھوڑے سے تامل کے ساتھ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ حدیثوں میں یہ وارد ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن زمین سے اٹھا لیا جائے گا اور علمِ قرآن مفقود ہو جائے گا اور جہل پھیل جائے گا اور ایمانی ذوق اور حلاوت دلوں سے دُور ہو جائے گی۔ پھر ان حدیثوں میں یہ حدیث بھی ہے کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی جا ٹھہرے گا یعنی زمین پر اس کا نام و نشان نہیں رہے گا تو ایک آدمی فارسیوں میں سے اپنا ہاتھ پھیلائے گا اور وہیں ثریا کے پاس سے اس کو لے لے گا۔ اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب جہل اور بے ایمانی اور ضلالت، جو دوسری حدیثوں میں دخان کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے، دنیا میں پھیل جائے گی اور زمین میں حقیقی ایمانداری ایسی کم ہو جائے گی کہ گویا وہ آسمان پر اٹھ گئی ہوگی اور قرآن کریم ایسا متروک ہو جائے گا کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا گیا ہوگا۔ تب ضرور ہے کہ فارس کی اصل سے ایک شخص پیدا ہو اور ایمان کو ثریا سے لے کر پھر زمین پر نازل ہو۔ سو یقیناً سمجھو کہ نازل ہونے والا ابنِ مریم یہی ہے۔'' (ازالہ اوہام صفحہ 456-455)

پس آنے والے موعود کے لئے، اُس کی سچائی کی دلیل کے طور پر یہ لازمی تھا کہ اُسے قرآنی علوم کا ایک پُر معارف خزانہ عطا کیا جاتا تا کہ وہ قرآن کے حقائق کو دنیا کے سامنے پیش کر کے اپنی قوتِ قدسی سے دین کو پھر سے ایک تازگی اور دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں تمکنت بخشتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی خزائن اس بات کے گواہ ہیں کہ جو قرآنی حقائق و معارف ان میں بیان کئے گئے ہیں وہ فوق العادت ہیں اور ان کا منبع خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ چنانچہ یہ آپؑ کی سچائی پر ایک روشن نشان کا درجہ رکھتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود خود فرماتے ہیں:- ''مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھے قرآن کے حقائق اور معارف کے سمجھنے میں ہر ایک روح پر غلبہ دیا گیا ہے اور اگر کوئی مولوی مخالف میرے مقابل پر آتا جیسا کہ میں نے قرآنی تفسیر کے لئے بار بار ان کو بلایا تو خدا اس کو ذلیل اور شرمندہ کرتا۔ سو جو فہم قرآن مجھ کو عطا کیا گیا یہ اللہ جل شانہٗ کا ایک نشان ہے۔ میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ عنقریب دنیا دیکھے گی کہ میں اس بیان میں سچا ہوں۔'' (سراج منیر صفحہ 41)

درس القرآن

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّ کْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ

اس ذکر کو ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے

(سورۃ الحجر 10)

ذکر کے معنی ہیں کسی چیز کو ایسے طور پر یاد کرنا کہ وہ بھول نہ جائے۔اس کے علاوہ اس کے معنی شرف وعزت اور نصیحت کے بھی ہیں۔اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے ہی اس شرف وعزت والے کلام یعنی قرآن کریم کو اتارا ہے اور ہم اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یقیناً ہم خود اس کی حفاظت کریں گے۔یہ ایک نہایت زبردست آیت ہے اور ایسی عجیب آیت ہے کہ اکیلی ہی قرآن مجید کی صداقت کا بیّن ثبوت ہے۔چونکہ آنحضرت ﷺ پر آخری اور دائمی شریعت اتاری گئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کی ذمہ داری کا وعدہ فرمایا۔یہ وعدہ اس شان کے ساتھ پورا ہوا ہے کہ بڑے سے بڑے دشمن بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ ہاں یہ وعدہ یقیناً پورا ہوا ہے۔آج دنیا کی کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں کہ جسے مٹا دیا جائے اور وہ پھر بھی محفوظ رہے سوائے قرآن پاک کے۔سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گیا کہ ''ہم نہایت مظبوط قیاسات کی بنیاد پر کہہ سکتے ہیں کہ ہر ایک آیت جو قرآن میں ہے وہ اصلی ہے اور محمد (ﷺ) کی غیر محرف تصنیف ہے.....اس کے علاوہ ہمارے پاس ہر ایک قسم کی ضمانت موجود ہے اندرونی شہادت کی بھی اور بیرونی کی بھی کہ یہ کتاب جو ہمارے پاس ہے وہی ہے جو خود محمد (ﷺ) نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی۔''

قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ ایسے حالات میں فرمایا گیا تھا جب کہ مسلمان نہایت کسمپرسی کی حالت میں تھے اور ان کے اپنے وجود کو شدید خطرہ لاحق تھا۔قرآن کریم کی حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ نزول کے ساتھ ساتھ ہی اسے لکھا جانے لگا اور لکھے ہوئے مواد کی نہایت حفاظت کی گئی۔اس کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں قرآن مجید کے لئے ایک خاص محبت پیدا فرما دی کہ آغاز سے ہی سینکڑوں صحابہ نے اسے حفظ کرنا شروع کر دیا۔مسلمانوں میں یہ نیک روح ہر دور میں موجود رہی کہ ان میں حفاظ پیدا ہوتے رہیں۔ایک اور طریق جس سے حفاظت کا وعدہ پورا ہوا کہ آغاز سے ہی روزانہ نمازوں میں قرآنی آیات کو پڑھنا لازمی قرار دیا گیا جس کے لئے مسلمانوں نے کئی کئی سورتوں کو یاد کرنا شروع کیا اور نمازوں میں ان کی دہرائی ہوتی رہتی ہے۔اگر کسی کو اس کے معانی نہ بھی آتے ہوں تو بھی آیات کی خوبصورت ترتیل کی وجہ سے وہ اسے یاد کرتے رہتے ہیں۔قرآن کریم کی حفاظت کا ایک بڑا ذریعہ یہ بھی ہوا کہ نزول قرآن کے بعد علمی عربی زبان کی تبدیلی بند ہو گئی اور عربی زبان آج بھی وہی ہے جو چودہ سو سال پہلے تھی اور قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے پرانی لغتوں کی ضرورت نہیں۔اس کے مقابل پر دیگر مذاہب کی کتب کی زبانیں عملی طور پر ختم ہو چکی ہیں اور انہیں سمجھنا تو کجا پڑھنے کے لئے بھی لوگ تیار نہیں۔اللہ تعالیٰ نے نہ صرف قرآن کی لفظی حفاظت فرمائی بلکہ معنوی لحاظ سے بھی اس کی حفاظت کا سامان پیدا فرمایا کہ ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جو کتاب کے صحیح مفہوم کی طرف لوگوں کو لاتے رہے۔یہ حفاظت دائمی طور پر صرف قرآن کریم کو ہی حاصل ہے۔اس زمانہ میں جب کہ قرآن کریم کے متعلق مسلمانوں میں بعض شکوک وشبہات پیدا ہو گئے تھے تو ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے پھر اپنے ایک فرستادہ کو دنیا میں بھیج دیا جس نے کلی طور پر قرآن کریم کی تفسیروں کو زوائد سے پاک کر کے اصلی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔آئندہ کے لئے قرآن کریم میں پیش گویاں موجود ہیں کہ جب بھی مسلمان اسلام سے غافل ہوں گے اللہ تعالیٰ مامور بھیجتا رہے گا۔پس اس وعدہ کی موجودگی میں انشا اللہ ہمیشہ دنیا کی ضرورت پوری ہوتی رہے گی۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مَا مِنْ شَیءٍ فِی الْمِیْزَانِ اَثْقَلَ مِنْ حُسْنِ الْخُلْقِ ۔ (ابو داؤد)

ترجمہ:۔ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ خدا کے تول میں کوئی چیز اچھے اخلاق سے زیادہ وزن نہیں رکھتی۔

تشریح:۔ اعلیٰ اخلاق دین کا آدھا حصہ ہوتا ہے اور اسلام نے اچھے اخلاق پر انتہائی زور دیا ہے۔ دراصل اعلیٰ اخلاق ہر نیکی کی بنیاد ہے، حتیٰ کہ روحانیت بھی درحقیقت اخلاق ہی کا ترقی یافتہ مقام ہے۔اس لئے اس بارے میں بے شمار احادیث بیان ہوئی ہیں۔

اسلام نے اعلیٰ اخلاق کے اظہار کیلئے کسی حقدار کے حق کو نظر انداز نہیں کیا۔خدا سے لیکر بندوں تک اور پھر بندوں میں بادشاہ سے لیکر ادنیٰ خادم تک ہر ایک کے بارے میں حُسنِ خلق کی تاکید فرمائی ہے۔افسر ماتحت، باپ بیٹے، خاوند بیوی، بہن بھائی، ہمسایہ، اجنبی، دوست دشمن، انسان اور حیوان غرض ہر ایک کے حقوق مقرر فرما دیئے ہیں۔اور پھر ان حقوق کو بہترین صورت میں ادا کرنے کی ہدایت دی ہے۔اور کسی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی نظر انداز نہیں کیا، حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنے ملنے والوں کو مسکراتے ہوئے چہرہ سے مل کر ان کے دل کو خوش کرو تو یہ بھی تمہارا ایک نیک خلق ہوگا اور تمہیں خدا کے حضور ثواب کا مستحق بنائے گا۔ایک دوسری حدیث ہے کہ جو شخص بندوں کا شکر گزار نہیں بنتا، وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں بن سکتا۔ایک دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں کہ رستہ چلتے ہوئے اگر کوئی کانٹے دار چیز یا پاؤں کو پھسلانے والا چھلکا، ٹھوکر لگانے والا پتھر یا بدبو پیدا کرنے والی گندی چیز وغیرہ نظر آئے تو اسے رستہ سے ہٹا دو تا کہ تمہارا کوئی بھائی اس کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا نہ ہو۔اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بھی اجر دیا جائے گا۔

خود آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سوالی کو رد نہیں کیا، کبھی کسی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اسے چھوڑنے میں پہل نہیں کی، یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا، بیواؤں کی دستگیری فرمائی، ہمسایوں کو اپنے حسنِ سلوک سے گرویدہ کیا، چھوٹے سے چھوٹے صحابی کی بیماری کا سنا تو اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس سے شفقت اور محبت سے کلام کر کے اس کی ہمت بڑھائی۔اسلام کی تعلیم صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ بے زبان جانوروں سے بھی شفقت کا حکم ہے۔رسول کریم ﷺ اپنے صحابہ کو ہمیشہ تاکید فرماتے تھے کہ ''یاد رکھو کہ ہر جاندار چیز پر رحم کرنا ثواب کا موجب ہے''۔

(چالیس جواہر پارے، تصنیف حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم اے، نظارت نشر واشاعت صدر انجمن احمدیہ قادیان، 2001)

بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی کے ضمن میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''ہمارا یہ اصول ہے کہ کل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔اگر ایک شخص ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے کے لئے مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں'' (''سراجِ منیر''، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 28) اسی طرح آپ فرماتے ہیں ''میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔میں صرف اُن باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔''

(اربعین نمبرا، روحانی خزائن جلد 17، صفحہ 344)

کلام الامام

اشاعتِ دین بزورِ شمشیر حرام ہے

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبیؐ کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبیؐ کی حدیث کو
جوچھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

کیوں بھولتے ہوتم یَضَعُ الحَرب کی خبر
کیا یہ نہیں بُخاری میں دیکھو تو کھول کر

فرما چکا ہے سیّدِ کونین مصطفےٰؐ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

جب آئیگا تو صُلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا

پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند
کھیلیں گے بچے سانپوں سے بے خوف و بے گزند

یعنی وہ وقت امن کا ہو گا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیروتفنگ کا

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا

اِک معجزہ کے طور سے یہ پیش گوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

القصہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں
کر دے گا ختم آکے وہ دیں کی لڑائیاں

ظاہرہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب وتواں نہیں

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی

وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزمِ مُقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی

وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی
وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی

وہ درد وہ گداز وہ رِقّت نہیں رہی
خلقِ خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی

دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذبِ نصرت نہیں رہی

حمق آ گیا ہے سر میں وہ فِطنت نہیں رہی
کسَل آگیا ہے دل میں جلاوت نہیں رہی

وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی

دنیا و دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی

وہ انس و شوق و وَجد وہ طاعت نہیں رہی
ظلمت کی کچھ بھی حدّ و نہایت نہیں رہی

ہر وقت جھوٹ ، سچ کی تو عادت نہیں رہی
نُورِ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

سو سو ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی
نیکی کے کام کرنے کی رغبت نہیں رہی

خوانِ تہی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی
دیں بھی ہے ایک قشر حقیقت نہیں رہی

مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی
دل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی

سب پر یہ اک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
اک پھوٹ پڑ رہی ہے مؤدت نہیں رہی

تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
صُورت بگڑ گئی ہے وہ صورت نہیں رہی

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی

اب تم پہ کوئی جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے

ہاں آپ تم نے چھوڑ دیا دیں کی راہ کو
عادت میں اپنی کر لیا فِسق وگناہ کو

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے
مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے

اے قوم تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں
روتے رہو دعاؤں میں بھی وہ اثر نہیں

کیونکر ہو وہ نظر کہ تمہارے وہ دل نہیں
شیطاں کے ہیں،خدا کے پیارے وہ دل نہیں

تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہو گئے
باقی جو تھے وہ ظالم و سفاک ہو گئے

اب تم تو خود ہی موردِ خشمِ خدا ہوئے
اُس یار سے بشامتِ عصیاں جدا ہوئے

اب غیروں سے لڑائی کے معنے ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محلِ سزا ہوئے

سچ سچ کہو کہ تم میں امانت ہے اب کہاں
وہ صدق اور وہ دین ودیانت ہے اب کہاں

پھرجب کہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا
وہ نورِمومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا

پھر اپنے کُفر کی خبر اے قوم لیجئے
آیت عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ یاد کیجئے

ایسا گماں کہ مہدئ خونی بھی آئے گا
اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائے گا

اے غافلو! یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس وقمر بھی بتا چکا

اب سال سترہ بھی صدی سے گزر گئے
تم میں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے

تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں
کیا پاک راز تھے جوبتائے گئے تمہیں

پر تم نے ان سے کچھ بھی اٹھایا نہ فائدہ
منہ پھیر کر ہٹا دیا تم نے یہ مائدہ

بُخلوں سے یارو باز بھی آؤ گے یا نہیں
خُو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں

باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں

اب عذر کیا ہے کچھ بھی بتاؤ گے یا نہیں
مخفی جو دل میں ہے وہ سناؤ گے یا نہیں

آخر خدا کے پاس بھی جاؤ گے یا نہیں
اُس وقت اُس کو منہ بھی دکھاؤ گے یا نہیں

تم میں سے جس کو دین ودیانت سے ہے پیار
اب اس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار

لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا مجلس انصاالله برطانیہ کے اجتماع منعقدہ 05 نومبر 2006ء پر اختتامی خطاب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّا كَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

فَلَمَّا اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْ اِلَى اللّٰهِ ـقَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُاللّٰهِ ـ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ـ وَاشْهَدْبِاَنَّامُسْلِمُوْن۔
(سورة ال عمران :٥٣)

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَ وَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْ هُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُواعَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (سورة التوبة:١٠٠)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا اَنْصَارَاللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْ اِلَى اللّٰهِ۔قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُاللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌمِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ۔ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظَاهِرِيْنَ۔ (سورة الصف:١٥)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ انصار کو مخاطب کرتے ہوئے اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی یا یہ وضاحت کی تھی کہ قرآنِ کریم میں انصار کا لفظ ماننے والوں کیلئے دوجگہ استعمال ہوا ہے۔ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے متعلق اور ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ ایک بڑا اہم نقطہ ہے۔اگر انصار اس پرغور کریں تو مجلس انصار اللہ جماعت کا ایک انتہائی فعال حصہ بن سکتی ہے۔اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اگر جائزہ لیں کہ ہم کس حد تک اس پر عمل کر رہے ہیں تو آپ کو خود ہی احساس ہوگا کہ ابھی بہت بڑا وسیع میدان خالی پڑا ہے۔

قرآنِ کریم میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق میں انصار کا ذکر آتا ہے وہاں ایک جگہ تو خود حضرت عیسیٰ اپنی قوم کے آپ کی تعلیم پر انکار اور عبادتوں کی طرف توجہ پر انکار کا سن کر بڑے درد سے اعلان کرتے ہیں کہ اکثریت تو ان حکموں پر عمل کرنے اور میری بات سننے سے انکاری ہے کیا تم میں سے کوئی خوش قسمت ہے جو اللہ کا پیغام پہنچانے اور اسکے حکموں پر عمل کرنے میں میرا معاون و مدد گار بن جائے۔اس پر حواریوں نے کہا کہ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ۔ہم اللہ کے دین کے مدد گار ہیں اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر مکمل ایمان لاتے ہوئے اطاعت اور فرمابرداری میں صفِ اوّل میں شمار ہوتے ہیں۔ پھر دوسری جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مکمل ایمان لائے اور اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر عمل کرتے ہیں۔ پھر اس دعویٰ کی ایک صورت اس زمانے میں پیدا ہوئی جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس زمانہ کے امام کو مان کر ہم اسکی جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔اسکی باتوں پر مکمل عمل کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح اس طرف بلایا گیا کہ دین کی اشاعت اور اسکی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کیلئے میرے مددگار بن جاؤ اور یہ کام تم اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک تمہارا ایمان مضبوط نہ ہو تو صرف اتنا کہہ کر کہ ہم نے زمانہ کے امام کو مان لیا ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی اگر بات ہو رہی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے صرف اتنا نہیں کہا تھا کہ ہم آپ پر ایمان لے آئے بلکہ قربانیوں کے اعلیٰ معیار بھی قائم کئے اور اس زمانہ میں بھی یہ نہیں ہوگا کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم نے امام کو مان لیا ہے تو ایمان حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مثال دے کر بتا دیا ہے کہ اعراب کہتے ہیں، دیہاتوں کے رہنے والے کہتے ہیں کہ آمَنَّا ہم ایمان لے آئے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بتا دے کہ یہ ابھی تمہارا دعویٰ ہے کہ تم ایمان لے آئے، تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ اَسْلَمْنَا کہ ہم نے فرمانبرداری قبول کر لی ہے۔ پس یہ اَسْلَمْنَا کی حالت آمَنَّا میں تب داخل ہوگی جب اپنا کچھ بھی نہیں ہوگا اور سب کچھ خدا تعالیٰ کی خاطر ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:۔

"مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا

کیلئے اختیار کرتے اور اسکی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بُت کی طرح خدا سے روکتی ہے خواہ وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمالِ فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دور تر لے جاتے ہیں۔" (تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ 103، تفسیر مسیح موعودؑ جلد چہارم صفحہ 226,225)

تو ایک ناصر جو چالیس سال کی عمر سے اوپر جا چکا ہے، جس کی سوچ میں گہرائی آجانی چاہئے، جس کو اپنی عمر کے بڑھنے کے ساتھ اپنی زندگی کے کم ہونے کا احساس ہو جانا چاہئے، جس کو اللہ کا خوف پہلے کی نسبت زیادہ ہونا چاہئے، جو آنحضرت ﷺ پر کامل ایمان لاتے ہوئے آپ کے مسیح اور مہدی علیہ السلام کی جماعت میں بھی شامل ہو چکا ہے، اس کے اللہ کے مددگار بننے کے معیار بہت بڑھ جانے چاہئیں۔ ہر وقت یہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ ہم نے خدا کی رضا حاصل کرنی ہے۔ تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنا ہے، جہاں ہر وقت یہ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے رتی بھر بھی ادھر اُدھر نہیں ہونا۔ گو یہ بہت مشکل کام ہے لیکن ایک مومن کا یہی کام ہے کہ اس طرف توجہ رہے اور پھر ایسے شخص کو جس نے انصار اللہ ہونے کا عہد کیا ہے، ایمان کا یہ اعلیٰ معیار اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت سب محبتوں پر حاوی ہو جائے، نہ مال کی محبت ہو نہ اولاد کی محبت ہو، نہ کسی اور چیز کی محبت ہو۔ یہ معیار ہے جو ایک خالص مومن کو حاصل کرنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:۔

"خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 309)

تو دیکھیں یہ ایمان کا معیار ہے اور جیسا کہ میں نے کہا جب انسان اس عمر میں داخل ہوتا ہے جب آئندہ زندگی تھوڑی نظر آتی ہے یا آ رہی ہوتی ہے تو کس قدر اس امر کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ ہمارا نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کا نعرہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے لگایا ہوا نعرہ ہو اور ہمارا ہر قدم جو اس راہ میں اٹھے وہ اللہ تعالیٰ کے قریب تر لے جانے والا قدم ہو، وہ صدق سے اٹھا ہوا قدم ہو، سچائی اس میں سے پھوٹ رہی ہو۔ اللہ کی عبادتوں کی طرف بھی ہماری نظر ہو اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کیلئے ہر قربانی دینے کیلئے تیار رہنے کی طرف بھی ہماری توجہ ہو اور اخلاق کے اعلیٰ معیار بھی ہم قائم کر رہے ہوں، حقوق العباد کی ادائیگی بھی ہمارا مطمع نظر ہو اور اپنے اپنے دائرے میں اعلیٰ اخلاق کو پھیلانے اور حقوق العباد ادا کرنے کی طرف ہماری بھرپور کوشش ہو اور ان سب امور میں جن میں اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی شامل ہیں اور حقوق العباد بھی شامل ہیں ہمارے سے غفلت نہ ہو، کبھی ہم سستی دکھانے والے نہ ہوں۔ جب یہ خصوصیات ہم میں پیدا ہو جائیں گی تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اپنے عہد کو نبھاتے ہوئے ان لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی ہے جو آنحضرت ﷺ کے صحابہ کہلاتے ہیں اور جنہوں نے اپنی روشن اور چمکدار مثالیں اس عہد کے نبھانے کیلئے قائم کی ہیں۔ یہ دو طرح کے لوگ تھے ایک گروہ مہاجر کہلایا اور ایک گروہ انصار کہلاتا ہے۔ جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح انصار بننے کا سوال ہے، آنحضرت ﷺ کے صحابہ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ملا کہ کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰہِ کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار بن جاؤ، تو کیا مہاجرین اور کیا انصار سب ہی اس اعزاز کو پانے کی دوڑ میں شامل ہو گئے اور وہ کارہائے نمایاں دکھائے، ایسے ایسے کام کئے کہ ان کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ جو ہم غیر معمولی قربانیوں کے معیار اور اپنی حالتوں کو یکسر بدلنے کے نظارے صحابہ میں دیکھتے ہیں یہ اللہ اور اس کے رسول سے غیر معمولی محبت کی وجہ سے تھا، جو محبت صحابہ کے ایمانوں کی ترقی نے پیدا کر دی تھی۔ ان کی عبادتوں کے معیار بھی ایسے تھے کہ جس کا کوئی مقابلہ نہیں، ان کے دین کی خاطر جان مال، وقت کی قربانی کے معیار بھی ایسے تھے کہ جن کا کوئی مقابلہ نہیں، ان کی آپس کی محبت اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کے معیار بھی ایسے تھے کہ حیرت ہوتی ہے اور یہ لوگ ایسے تھے جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (التوبہ:100)

اور مہاجرین اور انصار میں سبقت لے جانے والے اولین اور وہ لوگ جنہوں نے حسن عمل کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کیلئے ایسی جنتیں تیار کیں ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں۔ یہ بہت عظیم کامیابی ہے۔

پس یہ لوگ ہیں جو ہمارے لئے مثال اور نمونہ کے طور پر پیش کئے گئے

ہیں جنہوں نے اپنا ہر عہد نبھایا اور اللہ تعالیٰ کے انعاموں اور جنتوں کے وارث ٹھہرے ۔ یہاں میں ان میں سے ایک گروہ جو انصار کہلاتے ہیں کا کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں ۔ انہوں نے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ نہیں آ گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے اس طرح فیض نہیں پایا تھا جس طرح مکہ کے ابتدائی مسلمانوں نے فیض پایا اور ایمان میں ترقی کی۔ لیکن ہجرت کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤاخات کا سلسلہ شروع کیا ، ایک دوسرے کے بھائی بنائے تو انصار نے مہاجر بھائیوں کیلئے حقوق العباد کی اعلیٰ ترین مثال قائم کرتے ہوئے اپنی جائیدادوں میں سے نصف حصہ ان کو دے دیا ، اپنی آمدنیوں میں سے نصف حصہ ان کو دے دیا ، ہر چیز بانٹ کر کھانے لگ گئے اور پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر ہوا، قوتِ قدسیہ کا اثر ہوا تو اَسْلَمْنَا سے آمَنَّا کا ادراک پیدا ہوا۔ جنگ بدر میں انصاری سردار نے کیا خوبصورت جواب دیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک سے مشورہ کر رہے تھے تو ہر دفعہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے تھے کہ کس طرح جنگ لڑی جائے تو مہاجرین ہمیشہ کھڑے ہو کر کہتے تھے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر یہی سوال دہراتے جاتے تھے کہ مشورہ دو۔ اس پر ایک انصاری سردار نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضور کا ارشاد یا اشارہ شاید ہماری طرف ہے، آپ نے فرمایا ہاں ۔ تو انصاری سردار نے عرض کی کہ پھر ہمارا جواب یہ ہے کہ آپ سے پہلا معاہدہ آپ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے ہوا تھا اور وہ آپ کی حفاظت اس صورت میں کرنے کا تھا کہ اگر مدینہ میں دشمن آپ پر حملہ کرے تو ہم آپ کی حفاظت کریں گے اور مدینہ سے باہر نکل کر حفاظت کی ذمہ داری ہم نہیں لے سکتے ۔ لیکن اب آپ بدر کے میدان میں کھڑے ہیں، مدینہ سے باہر ہیں تو ہمارے سے ہماری رائے پوچھ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اسی لئے میں پوچھ رہا ہوں ۔ تو انصار سردار نے عرض کیا کہ جب یہ پہلا معاہدہ ہوا تھا تو اس وقت ہم آپ کے پیارے وجود اور پیاری تعلیم سے پوری طرح واقف نہیں تھے ۔ اب حقیقت ہم پر مکمل طور پر کھل گئی ہے، ہر طرح سے روشن ہوگئی ہے ۔ اب اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اب ہم موسیٰ کے ساتھیوں کی طرح یہ جواب نہیں دیں گے فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ (سورۃ المائدہ:25) کہ تو اور تیرا رب جا کر دشمن سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں ۔ نہیں بلکہ ہمارا جواب بھی وہی ہے جو مہاجرین دے چکے ہیں کہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور ہماری لاشوں کو روندے بغیر دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا، اگر آپ کہیں تو ہم لوگ سمندر میں بھی گھوڑے دوڑا دیں ۔ عرب چونکہ ریگستان میں رہنے والے تھے، سمندر کافی فاصلے پر تھا، پانی سے وہ لوگ ڈرتے تھے اس کو جانتے نہیں تھے، ایک خوف تھا۔ لیکن اس ایمان نے اتنی جرأت پیدا کر دی کہ آپ کہیں تو ہم سمندر میں بھی گھوڑے دوڑا دیں گے ۔ تو یہ تھا فدائیت کا نمونہ جو وہ انصار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی سے فیض پانے کے بعد دکھایا۔

پھر جنگ اُحد میں انصار کا نمونہ بھی دیکھیں کہ ایک انصاری جو قریب المرگ تھے، زخموں سے چُور تھے، جب ان سے کسی نے پوچھا کہ تمہاری کوئی آخری خواہش رشتے داروں کو پہنچانے کیلئے، تمہارا کوئی پیغام ہے؟ تو انہوں نے نہ اپنے بچوں کی فکر کا اظہار کیا، نہ اپنی بیوی کی فکر کا اظہار کیا، فکر تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور کہا کہ میرے رشتے داروں کو یہ پیغام پہنچا دینا کہ وہ تمہیں سلام کہتا تھا اور کہتا تھا کہ میں تو مر رہا ہوں لیکن اپنے پیچھے تمہارے سپرد خدا تعالیٰ کی ایک مقدس امانت کر کے جا رہا ہوں ۔ میں جب تک زندہ رہا اس مقدس امانت کی حفاظت کرتا رہا اپنی جان کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی، اب میں تم سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر تمہیں میرے آخری الفاظ کا پاس ہے تو اگر تمہیں اپنی جانوں کے نذرانے بھی دینے پڑے تو اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اور رشتہ داروں کو پیغام بھیجا کہ میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور آپ لوگ کبھی بھی اپنی جانوں کی پرواہ نہیں کریں گے ۔ تو یہ تھے ان ایمان میں سبقت لے جانے والوں کے نمونے ۔ جب نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ کا اعلان کیا تو اپنا سب کچھ اللہ، رسول اور اس کے دین پر نچھاور کر دیا۔ پس یہ نمونے ہیں جو آج آپ انصار اللہ کہلانے والوں نے دکھانے ہیں۔

پس جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ انصار اللہ کے الفاظ پر غور کریں، اس عہد پر غور کریں جو آپ اپنے اجلاسوں اور اجتماعوں میں پڑھتے ہیں۔ آج آپ سے تلوار چلانے کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا، جنگ میں اپنے آپ کو جھونکنے کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا، توپوں اور گولوں کے سامنے کھڑے ہونے کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا۔ مطالبہ ہے تو یہ ہے کہ اللہ کے حقوق ادا کرو، اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرو۔ اپنی عبادتوں کے وہ نمونے قائم کرو جو خدام کیلئے بھی مثال بن جائیں اور اطفال کیلئے بھی مثال بن جائیں، وہ تمہاری بیویوں کیلئے بھی مثال بن جائیں اور تمہاری بچیوں کیلئے بھی مثال بن جائیں۔ تمہاری مالی قربانیاں بھی ایسی ہوں جن کے نمونے سے دوسرے بھی فائدہ اٹھائیں۔

پرسوں جمعہ کو جو میں نے یوکے کی بعض جماعتوں کا جائزہ پیش کیا تھا، اس جائزہ کو آپ لوگوں کو جھنجھوڑ دینا چاہئے ۔ عموماً اچھی کمائی کا وقت اور بہتر آمد کا وقت 40 سال سے 60 سال تک کی عمر کا ہوتا ہے ۔ اپنے وعدوں کو دیکھیں، اپنے عہدوں کو دیکھیں، اپنے اس عہد کو دیکھیں اور پھر اپنی قربانی کے معیاروں کو دیکھیں ۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو تم اپنے پر خرچ کر لیتے ہو یا اللہ کی راہ میں جو

تم نے خرچ کر دیا وہی بچا ہے، جو تم بچا کر چلے گئے ہو وہ تمہارے کسی کام کا نہیں، وہ تمہارا نہیں۔ لیکن اپنے پر خرچ کرنے کی بھی حدیں مقرر ہیں کہ اعتدال سے خرچ کرو، جائز خرچ کرو۔ جمعہ پر جو میں نے مالی جائزہ پیش کیا تھا اس میں پاکستانی احمدیوں کی قربانی سب سے زیادہ تھی۔ گزشتہ سال سے کُل قربانی میں اضافہ بھی ان کا سب سے زیادہ تھا اور ان کے گزشتہ سال کی نسبت اضافہ بھی بہت زیادہ تھا۔ آپ لوگوں کی اکثریت جو اس وقت میرے سامنے بیٹھی ہے وہیں سے آئی ہوئی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ جب آپ وہاں ہوتے ہیں تو باوجود خراب حالات ہونے کے قربانیاں کرتے ہیں، یہاں آتے ہیں تو دوسری ضروریات کا خیال آجاتا ہے؟ پس اس طرف توجہ دیں۔ آج اس وقت اس دور میں آپ یہاں جو معیار قائم کریں گے وہی اس جماعت کی مثال بن جائے گی۔ جتنے بلند معیاروں تک آپ آئندہ نسلوں کو لے جانا چاہتے ہیں انہیں بلند میعاروں کو آپ کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے ٹارگٹ مقرر کرنے ہوں گے۔ پس آئندہ نسلوں کو ان قربانیوں کی طرف توجہ دلانے کیلئے بھی آپ کو اپنی قربانیوں کے معیار بڑھانے ہونگے۔

یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ تحریک جدید میں شمولیت میں بھی بہت گنجائش ہے اس طرف بھی بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ بعض جماعتوں میں نصف سے بھی زائد ایسے لوگ ہیں جو تحریک جدید میں شامل نہیں ہوئے۔ شاید اسی طرح وقف جدید میں بھی ہو تو انصار یہ ذمہ داری اب لیں کہ تعداد کو بڑھانے میں آپ نے اپنا ایک کردار ادا کرنا ہے۔ پہلے انصار اللہ اپنا جائزہ لیں کہ وہ سو فیصدی تحریکات میں شامل ہیں۔ پھر اپنے بیوی بچوں کو شامل کرنے کی کوشش کریں۔

جب ان قربانیوں کی طرف توجہ ہوگی تو پھر نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کا نعرہ لگانے کے بعد آپ کا ایک بہت بڑا کام جیسا کہ آپ کے عہد میں بھی ہے، خلافت کی حفاظت کرنا ہے۔ دعائیں کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے فرائض کی مکمل ادائیگی کرتے ہوئے اپنے اور اپنے بیوی بچوں میں خلافت کی مکمل اطاعت کی روح پیدا کریں۔ اس جذبے کو بڑھائیں، سطحی نظر سے نہ دیکھیں کہ مومنین کی جماعت سے انعام کا وعدہ ہے۔ ان الفاظ پر غور کریں کہ کن سے خلافت کا وعدہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی اس انعام کے جاری رہنے کا وعدہ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ جاری رہے گا اور ضرور جاری رہے گا لیکن جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ اپنے معیار ایسے بلند کریں جو ایک حقیقی مومن کے ہونے چاہئیں تا کہ آپ بھی انہی لوگوں کی صف میں شامل رہیں جن سے اس انعام کا وعدہ ہے۔ اپنے بچوں کی صرف دنیاوی تعلیم پر ہی نظر نہ رکھیں بلکہ ان کو گھروں میں بھی دینی ماحول مہیا کریں۔ اپنے بچوں کو مسجدوں کے ساتھ، نماز سنٹروں کے ساتھ جوڑیں، انہیں دین کا علم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔ انہیں قرآن کریم پڑھنے کی طرف توجہ دلائیں۔ ایک دفعہ تو مائیں کسی طرح بچوں کو قرآن کریم پڑھا دیتی ہیں یا کسی ذریعہ سے، مدد سے پڑھا دیتی ہیں اور بچے کی آمین بھی ہو جاتی ہے لیکن اس کے بعد پھر نگرانی نہیں ہوتی، تو یہ باپوں کا کام ہے کہ ان بچوں کو توجہ دلاتے رہیں۔ پھر نوجوانی میں قدم رکھنے کے بعد بچے باہر وقت گزارتے ہیں، اس وقت وہ ماؤں کے ہاتھوں میں نہیں رہتے، تو ان سے بھی ایسے دوستانہ تعلقات رکھیں کہ جب وہ گھر میں آئیں تو باہر کی باتیں آپ سے ڈسکس کریں۔ انہیں پھر اچھے برے کا فرق سمجھائیں۔ اچھا کیا ہے، برا کیا ہے۔ اسطرح کوشش کر کے جب آپ اپنی اگلی نسل کو سنبھالیں گے تو ان مومنین میں شمار ہوں گے جن کے ساتھ خلافت کا وعدہ ہے۔

پس عبادتوں میں بھی اپنے نیک نمونے قائم کریں کہ خلافت عبادت گزاروں کے ساتھ مشروط ہے۔ اپنی مالی قربانیوں کی طرف بھی توجہ دیں کہ خلافت سے اس کا بھی گہرا تعلق ہے اور اس زمانہ میں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو نظام وصیّت کے ساتھ جوڑ کر تعلق کو مزید واضح فرما دیا ہے۔ اور جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریک جدید کے بارہ میں شروع میں فرمایا تھا کہ یہ بھی نظام وصیت کے ارہاص کے طور پر ہے۔ اس لیے جو نظام وصیت میں شامل نہیں ہو سکتے انہیں اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، جو شامل ہیں ان کو ان قربانیوں میں حصہ لینے سے مزید قربانیوں کی طرف توجہ پیدا ہو گی تا کہ خلافت کی مضبوطی اور اشاعت اسلام کیلئے چھوٹے سے لے کر بڑے تک سب، جماعت کا ہر ممبر اور ہر فرد شامل ہو سکے۔ اس لئے بڑوں اور چھوٹوں میں مالی قربانیوں کی روح پیدا کریں۔ یہ بڑوں کا اور انصار اللہ کا کام ہے کہ روح پیدا کریں اور اطاعت رسول کے بھی اعلیٰ معیار قائم کریں اور پھر اطاعت خلافت اور نظام جماعت کی پابندی کے خود بھی اعلیٰ معیار قائم کریں اور اپنی اولادوں میں بھی اور اپنے بیوی بچوں میں بھی اس معیار کو قائم کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اطاعت اس نظام کو جاری رکھنے کیلئے انتہائی اہم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ اطاعت خالص اطاعت ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اس روح اور اس جذبے کو سب کو اپنے اندر جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ غلبہ اسلام کے وعدے ہم اپنی زندگیوں میں پورے ہوتے دیکھیں۔ اب دعا کرلیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک

تاکیدی ارشاد

''نمازوں کے اوقات میں جیسا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے پوری توجہ نمازوں کی طرف رکھو، تمہارے کام یا تمہارے دوسرے عذر تمہیں نمازیں پڑھنے سے نہ روکیں۔ کام کی خاطر نماز کو نہ چھوڑو بلکہ نماز کی خاطر کام چھوڑو ورنہ یہ بھی ایک قسم کا مخفی شرک ہے''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 اپریل 2005)

ایران پر اسلامی حملہ اور اس کی وجوہات

ایک اعتراض کا جواب

(استاذی المکرّم سید میر محمود احمد ناصر صاحب۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ)

صحابہ کرامؓ کے عہد میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غیر معمولی حالات میں اُس وقت کی دو عظیم الشان سلطنتوں پر غلبہ عطا فرمایا۔ ان میں ایک سلطنت ایران کی ساسانی مملکت تھی۔ غیر مسلم مؤرخین اور علماء نے ایران پر اسلامی حملہ اور قبضہ کے متعلق تاریخی حقائق سے دانستہ یا نادانستہ اعراض کر کے مسلمانوں پر جبر کے ساتھ اشاعتِ دین اور لُوٹ مار کی غرض سے جارحانہ حملہ کا الزام لگایا ہے۔ تاریخ کا گہرا غیر جانبدارانہ مطالعہ اس الزام کو قطعی طور پر باطل ٹھہراتا ہے۔ اس الزام کا تاریخی جائزہ لینے سے قبل اختصاراً اشاعتِ دین اور حصولِ دولت کے لئے طاقت کے استعمال کے متعلق اسلامی تعلیم کا ایک خاکہ درج ذیل ہے۔

جنگ کے بارہ میں اسلامی تعلیم

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ۔(البقرہ:113)

''یعنی مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دیوے یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے ارادوں کی پیروی کے لئے اور اس کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیوے اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لئے قائم ہو جائے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اس کی راہ میں لگا دیوے''۔

اسلام کی اِس حقیقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ تصور بھی پیدا نہیں ہو سکتا کہ اسلام جبر کے ذریعہ اشاعتِ دین کی تعلیم دیتا ہے اور طاقت کے ذریعہ دوسروں کا مال چھیننے کی اجازت دے سکتا ہے۔ اسلام کی تو بنیاد ہی اس امر پر ہے کہ انسان اپنے قلب کی گہرائیوں سے لاالٰہ اِلّااللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ پر یقین رکھے، زبان سے اس کا اقرار کرے، اس کے اعضاء و جوارح پر اُس کے اِس یقین کا اثر نمایاں طور پر نظر آتا ہو اور وہ اپنے وجود کو ایسی چیز سمجھے جو طاعتِ خالق اور خدمتِ مخلوق کے لئے بنائی گئی ہے۔ اب کیا خیال کیا جا سکتا ہے اسلام اپنی اس بنیاد پر قائم رہتے ہوئے جبر اور استحصال کی تعلیم کو روا رکھ سکتا ہے؟

قرآن شریف کے سرسری مطالعہ سے ہی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن شریف کی رُو سے ہر انسان آزاد ہے کہ وہ جو مذہب چاہے اختیار کرے اور جس باطل سے باطل عقیدہ پر قائم رہنا چاہے رہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔(کہف:30)

پھر فرماتا ہے:۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَاالنَّاسُ قَدْ جَآءَ كُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَايَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَايَضِلُّ عَلَيْهَاوَمَآاَنَاعَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ۔(یونس:109)

پھر فرماتا ہے:۔

لَآاِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْتَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَاانْفِصَامَ لَهَاوَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ.(بقرہ:256)

اسی طرح فرماتا ہے:۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُواالْكِتَابَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْافَقَدِ اهْتَدَوْاوَاِنْ تَوَلَّوْافَاِنَّمَاعَلَيْكَ الْبَلٰغُ م وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ۔(آلِ عمران:21)

آیاتِ مذکورہ بالا وضاحت سے بتا رہی ہیں کہ اسلام میں جبر کے ساتھ دین کی اشاعت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسی طرح قرآن شریف بار بار اس بات کو بڑے زور سے پیش کرتا ہے کہ مسلمانوں کو کسی کا مال لینا یا زمین میں فتنہ و فساد پھیلانا یا بغیر کسی دفاعی ضرورت کے کوئی خونریزی کرنا قطعاً جائز نہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ م بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآاَمَرَاللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔(بقرہ:28)

پھر فرماتا ہے:۔

وَقَاتِلُوْافِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَاتَعْتَدُوْااِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ☆ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَاتُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قَاتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ☆ فَاِنِ انْتَهَوْافَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ☆ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْافَلَاعُدْوَانَ اِلَّاعَلَى الظّٰلِمِيْنَ☆(بقرہ191-192-193)

پھر فرماتا ہے:۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَاوَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَافِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّالْخِصَامِ وَاِذَاتَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَاوَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَايُحِبُّ

الْفَسَادَ۔(بقرہ:206)

پھر فرماتا ہے:۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔(بقرہ:209)

اسی طرح فرماتا ہے:۔

اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔(بقرہ:192)

اور قرآن شریف اُمّتِ محمدیہ کی برتری اسی بات میں قرار دیتا ہے کہ وہ دنیا کے لئے راحت و آرام کا سرچشمہ ہے۔چنانچہ فرماتا ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔(آل عمران:111)

وَ سَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ☆ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ☆(آل عمران134-135)

پھر فرماتا ہے:۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ☆ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظَاهَرُوْا عَلٰى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ☆(ممتحنہ:9-10)

اور درج ذیل آیت سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن شریف صرف کسی ظالم حملہ آور کے مقابلہ میں دفاعی جنگ کی اجازت دیتا ہے۔چنانچہ فرمایا:۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ☆(الحج:40)

قرآن شریف کے بعد جب ہم سیدنا حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی کے اقوالِ طیبہ پر غور کرتے ہیں تو وہ بھی سراسر انسانی ہمدردی اور مخلوق اللہ پر شفقت اور رحم کی تلقین سے معمور ہیں۔احادیث میں ہمیں یہ تعلیم تو کہیں نظر نہیں آتی کہ کمزوروں پر حملہ کرو،غرباء کا مال لُوٹ کر کھالو،جبراً لوگوں کو مسلمان بناؤ بلکہ نہایت پُردرد اور پُرسوز الفاظ میں ہمسایہ پر شفقت ،یتیموں،غریبوں،کمزوروں کی ہمدردی اور خلقِ خدا کی خدمت سے احادیث کی کتب بھری پڑی ہیں۔اور خاص دشمنوں سے مقابلہ سے متعلق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ واضح ہدایت ہے:

لَاتَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ

(صحیح المسلم كتاب الجهاد والسير(المغازی)باب كراهة تمنى لقاء العدو والامر بالصبر عند اللقاء حدیث:1741)

یعنی دشمن سے لڑائی کی خواہش کبھی تمہارے دل میں پیدا نہیں ہونی چاہیئے۔

فتحِ ایران کے بعد کے معاہدات غیر مسلموں کے اعتراضات کو ردّ کرتے ھیں

جن غیر مسلم مؤرخین نے مسلمانوں کے ایران پر قبضہ کو جبری اشاعتِ دین کا ذریعہ قرار دیا ہے۔اگر وہ ایک نظر ان معاہدات پر ڈال لیتے جو فتحِ ایران کے بعد مسلمانوں نے مقامی آبادی سے کئے تو ان کی یہ غلط فہمی دور ہو جاتی۔ان معاہدات میں بڑے پختہ طور پر مقامی آبادی کی جان،مال اور مذہبی آزادی اور عبادت گاہوں کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے بطور نمونہ بعض معاہدات کے اقتباس درج ذیل ہیں:۔

اہلِ طفلس کے معاہدہ میں لکھا گیا:۔

"هذا كتاب من حبيب بن مسلمه لاهل طفلس بالامان على انفسهم و بيعهم و صوامعهم و صلوتهم و دينهم"(بلاذری ص 204)

یعنی یہ تحریر حبیب بن مسلمہ کی طرف سے اہلِ طفلس کے نام ہے کہ ان کو ان کی جانوں،ان کے کلیساؤں،ان کے معبدوں،ان کی نمازوں اور ان کے مذہب کے امان کی ضمانت دی جاتی ہے۔"

اہلِ موقان کے معاہدہ میں لکھا گیا:۔

"الامان على اموالهم و انفسهم و ملّتهم و شرائعهم"۔(طبری جزو نمبر:2صفحہ:541)

یعنی ان کے مالوں،جانوں،ملّت اور شریعتوں کی امان دی جاتی ہے۔"

اہلِ آرمینیہ کے معاہدہ میں لکھا گیا:۔

"اعطاهم اماناً لانفسهم و اموالهم و ملّتهم"۔(طبری جلد2 ص235)

یعنی اسلامی نمائندہ ان کی جانوں،مالوں اور ملّت کی امان دیتا ہے"۔

جرجان کے معاہدہ میں لکھا گیا:۔

"ولهم الامان على انفسهم و اموالهم و مللهم و شرائعهم و لا يغيّر شيءٌ من ذلك".

(طبری جلد5ص27-28ثم دخلت سنة اثنتين وعشرين فتح جرجان دار الفكر2002ء)

یعنی ان کی جانوں،مالوں،ملتوں اور شریعتوں کی امانت دی جاتی ہے اور ان میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔"

آذربائیجان کے معاہدہ میں لکھا گیا:۔

"هذا ما أعطى عُتبة بن فرقد،عامل عُمَر بن الخطاب أمير المؤمنين اهل أذربيجان۔ سهلها و جبلها و حواشيها و شفارها و اهل مللها۔كلّهم الامان على أنفسهم و أموالهم و مللهم و شرائعهم"۔

(طبری جلد5ص29ثم دخلت اثنتین وعشرین دار الفکر2002ء)

''یعنی یہ تحریر حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب کے والی عتبہ بن فرقد نے آذربائجان کے تمام میدانی و پہاڑی و اطراف و نواحی کے رہنے والوں اور تمام اہلِ مذاہب کے نام لکھی ہے کہ ان کو ان کی جانوں اور مالوں اور ملتوں اور شریعتوں کی امان دی جاتی ہے۔''

قومس کے معاہدہ میں لکھا گیا:۔

"ھذا ما اعطیٰ سوید بن مقرن اھل قومس.......... من الامان علیٰ انفسھم و مللھم و اموالھم"۔

(طبری جلد5ص 27 فتح قومس واقعات سال22ھجری ایڈیشن دار الفکر بیروت لبنان2002ء)

یعنی یہ سوید بن مقرن نے اہلِ قومس کو عطا کیا کہ ان کی جانوں اور ملتوں اور اموال کی امان دی جاتی ہے۔''

دبیل کے معاہدہ میں لکھا گیا:۔

"ھذا کتاب من حبیب بن مسلمة لنصاریٰ دھل دبیل و مجوسھا و یھودھا شاھدھم و غائبھم انّی امنتکم علیٰ انفسکم و اموالکم و کنائسکم و بیعکم"(بلاذری ص 204)

یعنی یہ تحریر حبیب بن مسلمہ کی طرف سے دبیل کے حاضر و غائب نصاریٰ، مجوس اور یہود کے نام ہے کہ میں تمہاری جان و مال اور گرجا اور معبد کی امان کی ذمہ داری لیتا ہوں۔''

مسلمانوں پر جبر کے ذریعہ اشاعتِ دین کی خاطر ایران پر حملہ آور ہونے کا الزام لگانے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ ایرانی فتح اور غلبہ کے بطلِ جلیل حضرت عمرؓ کا اپنا ملازم وثیق نامی غیر مسلم تھا۔ آپ اس کو سمجھاتے، تبلیغ فرماتے مگر جب وہ آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیتا تو آپ لا اکراہ فی الدین کہہ کر خاموش ہو جاتے۔ تاریخ کے اس طالب علم کی نظر میں یہ اعتراض کتنا مضحکہ خیز ہو گا جو مستند تواریخ میں یہ لکھا ہوا دیکھتا ہے کہ ایرانی جنگوں میں بعض مسیحی قبائل بھی مسلمانوں کے ساتھ ہو کر اپنے ملک کے تحفظ کے لئے ایرانی فوج سے نبرد آزما تھے۔

اسلامی حملہ کی حقیقی وجوہات

حقیقت یہ ہے کہ ایران اور عرب کی اسلامی حکومت کے درمیان کش مکش کا بیج اسلام کے ظہور سے پہلے ہی موجود تھا۔ اسلام کے ظہور سے پہلے سے ایران میں ساسانی خاندان کی شخصی بادشاہت قائم تھی جو اپنے اندر ان تمام خصوصیات کو لئے ہوئے تھی جو گزشتہ زمانہ میں عموماً وراثتاً منتقل ہونے والی بادشاہتوں میں پائی جاتی تھیں۔ یہ مطلق العنان بادشاہ اور ان کے درباری امراء ملک گیری کے نشہ میں سرشار رہتے تھے اور آئے دن ہمسایہ مملکتوں پر حملہ آور رہنا ہی ان کا شغل تھا۔ چنانچہ تاریخ کے طلبہ جانتے ہیں کہ ساسانی حکومت اور بازنطینی مملکت اس ہوسِ ملک گیری کے نتیجہ میں مسلسل ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما رہتی تھی۔

ساسانی دربار کے یہ بادشاہ اور امراء ہمیشہ عرب کی کمزور اور قبائلی رقابت کی وجہ سے بٹی ہوئی قوم کو مغلوب اور زیر اقتدار رکھنے کی کوشش میں رہتے۔ یمن، بحرین اور دیگر قریبی علاقے تو وہ بلا واسطہ ہی اپنے ماتحت سمجھتے تھے مگر بقیہ تمام عرب کو بھی وہ اپنی Suzerainty (جاگیر) تصور کرتے تھے۔

اہلِ عرب گو غیر متمدّن اور کمزور اور پراگندہ تھے مگر وہ ہمیشہ ہی اہلِ ایران کے اس جارحانہ روّیہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور ہمیشہ ہی انہوں نے اپنی آزادی اور خود مختاری کو برقرار رکھنا چاہا۔ اِس صورت حال کی وجہ سے اسلام سے قبل ہی عرب اور ایران کے تعلقات ہمیشہ ناخوشگوار رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کی پیدائش سے قبل ہی عرب و ایران دو متحارب اور دشمن ملک تھے اور بالعموم سرحدی علاقوں پر یہ ملک نبرد آزما رہتے تھے۔ حکومتِ ایران یہ چاہتی تھی کہ گو عرب اپنے اندرونی معاملات میں تو آزاد رہیں مگر ایرانی شاہنشاہیت کو اپنے سروں پر تسلیم کریں اور اس کے خراج گزار کے طور پر رہیں اور جب کبھی عرب کا جوشِ آزادی ایران کے اس جارحانہ طرزِ عمل میں مزاحم ہوتا تو ایرانی افواج عرب میں داخل ہو کر متفرق قبائل پر حملہ آور ہوتیں اور ایرانی گورنروں کا یہ مسلسل دستور رہا کہ وہ عربوں کو اپنے زیر اثر رکھنے کے لئے ہمیشہ ہی عرب پر حملہ آور ہوتے رہتے تھے۔

ظاہر ہے کہ وہ ایرانی مملکت جو عرب کے متفرق قبائل کو اپنا باج گزار اور مطیع بنا کر رکھنا چاہتی تھی کب یہ برداشت کر سکتی تھی کہ اسلام کے ذریعہ عرب اپنے تفرقہ کو چھوڑ کر ایک مضبوط اور متمدّن حکومت کی صورت اختیار کر لیں اور ایرانی امپیریلزم (Imperialism) کی غلامی کا جُوا اُتار پھینکیں۔ چنانچہ اسلام کے عرب میں غلبہ کے ساتھ ہی ایرانیوں کے حملے عرب پر تیز تر ہوئے اور عرب کے سرحدی علاقوں میں رہنے والے قبائل ان حملوں کا خصوصی تختۂ مشق بنے۔ یہ صورت حال دیکھ کر ایک سرحدی قبیلہ کے سردار حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے اپنے قبیلہ کے بچاؤ کے لئے ایرانیوں کے خلاف Counterattacks کی اجازت حاصل کر لی اور یہ لڑائیاں آہستہ آہستہ وسعت پذیر ہو کر قبضۂ ایران کا موجب ہوئیں۔

ہمارا یہ خیال کہ ایران کی ساسانی مملکت عرب پر جابرانہ طور پر اپنی Suzerainty قائم کرنا چاہتی تھی اور اس غرض سے عرب پر جارحانہ حملے کرتی رہتی تھی ایک ایسی حقیقت ہے جو تاریخی شواہد پر مبنی ہے۔

ساسانی خاندان کے پہلے بادشاہ کا عرب پرحملہ

ایران کی ساسانی حکومت کے بانی اردشیر نے اہلِ عرب کی آزادی پر قبضہ کرنے کی مہم کا آغاز کیا اور اس کی ابتداء یوں کی کہ عراق میں ان عرب قبائل کی جو بخت نصر کے عہد سے وہاں آباد تھے ایک زبردست اور متمدن حکومت کو جس کا مرکز حیرہ تھا پر حملہ کیا اور اس کے بادشاہ عمرو بن عدی کو اپنا باج گزار بنا لیا۔ (طبری جلد2ص 64 ذکر ملک أردشیر بن بابك دار الفکر بیروت لبنان2002ء)

پھراسی پراکتفا نہ کی بلکہ بحرین پر جو عرب کا ایک حصہ ہے حملہ آور ہوا اور ایک لمبے محاصرہ کے بعد اس علاقہ پر قبضہ کرلیا۔(طبری ص479)

ساسانی بادشاہ شاپور کا حملہ

اردشیر بن بابک ہرمز کی موت پر اس کا بیٹا شاپور تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ اہلِ عرب کو غلام بنانے میں اپنے باپ سے بھی بڑھ گیا کیونکہ اردشیر کی اہلِ عرب کے خلاف جنگی کارروائیاں جہاں عرب کے سرحدی علاقوں یعنی عراق اور بحرین تک محدود تھیں وہاں شاپور نے اپنی حکومت عرب کے اندرونی علاقوں پر بھی قائم کرلی۔ چنانچہ خاص حجاز اور عربی قبائل ربیعہ اور مضر کے تمام رہائشی علاقوں پر قبضہ کرکے امرؤالقیس کو اپنا گورنر بنایا۔

اہلِ عرب کی آزادی کی جدوجہد اور شاپور کا خطرناک حملہ

اہلِ عرب گو کمزور تھے اور مسلح ایرانی افواج کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہ تھی مگر آزادی کا خون ان کی رگوں میں دوڑتا تھا اور غلامی کو وہ کبھی برداشت نہ کر سکتے تھے اور ان کو جب موقعہ ملتا اپنی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے۔ چنانچہ ساسانی بادشاہ ہُرمز بن نرسی بن بھرام کے بعد جب اس کا کم سن بیٹا شاپور تخت نشین ہوا تو اہل عرب کو اپنی آزادی بحال کرنے کا اچھا موقعہ ہاتھ آیا۔ چنانچہ بحرین کے عربی قبیلہ عبدالقیس نے پیش قدمی کرکے خاص ایران پر حملہ کردیا۔ شاپور بڑا ہو کر بڑا جابر بادشاہ ثابت ہوا۔ اس نے عرب پر حملہ کیا۔ بحرین کو فتح کرکے وہاں شدید خونریزی کی اور بنی تمیم، بکر بن وائل اور عبدالقیس کے قبائل میں خون کا سیلاب بہادیا۔ مؤرخین نے اس خونریزی کا نقشہ کھینچا ہے اور اس بادشاہ کے مظالم سے بھاگنے والوں کی یہ کیفیت لکھی ہے کہ:۔

"انه لن ينجيه منه غارٌ في جبلٍ۔ ولا جزيرة في بحر۔" (طبری جزو ثانی ص:400)

"یعنی نہ پہاڑ میں کوئی غار ان کو اس بادشاہ سے بچا سکتا تھا اور نہ ہی سمندر میں کوئی جزیرہ ان کو پناہ دیا کرتا تھا"

اس کے بعد وہ یمامہ کی طرف بڑھا اور وہاں بھی ایسی ہی ہولناک خونریزی کا اعادہ کیا اور اپنی نقل وحرکت کے دوران

"لم يمرّ بماء من مياه العرب الّاعوّره۔ ولا جب من جبابهم الاطمه".

(طبری جزو ثانی ص:73 ذکر ملك سابورذى الاكتاف مطبوعه: دارالفكر2002ء)

"یعنی وہ عرب کے چشموں میں سے کسی پر سے بھی گزرتا تو وہ اسے ناقابل استعمال بنادیتا اور راستے میں آنے والے ہر کنویں کو مٹی سے بھروا کر ختم کردیتا تھا۔"

یاد رہے کہ عرب تہذیب میں پانی کے ذخیرے ہی زندگی کی بنیاد ہوا کرتے تھے۔ جن کو وہ ختم کرتا تھا۔ یہ بات ہی اس کی دشمنی کی شدت کو بتانے کے لئے کافی ہے۔

اور اسی طرح کشت وخون کرتا ہوا مدینہ کے قریب پہنچ گیا۔ عرب کے ممتاز لوگوں میں سے جو بھی اس کے ہاتھ آتا یہ ظالم بادشاہ اس کے کندھے اُکھڑوا دیتا۔ اسی وجہ سے عرب میں ذوالاکتاف کے نام سے مشہور ہوگیا۔ مدینہ سے ایران کو واپس لوٹتے ہوئے بھی اس کا عرب کے خون سے ہولی کھیلنے کا مشغلہ جاری رہا۔

اس ظلم کے انتقام کا قدرت کی طرف سے موقعہ

ایرانی بادشاہ کے اہل عرب کی آزادی سلب کرنے اور ان کا خون بہانے کے اس وحشیانہ مظاہرہ کا مقابلہ کرنے کی تو کیا طاقت ہوتی مگر قدرت نے ایک موقعہ پیدا کردیا کہ عرب اس ظلم کا کچھ بدلہ لے سکیں۔ اس کی صورت یوں پیدا ہوئی کہ رومی حکومت نے شاپور کے خلاف جنگ کرنے کے لئے عربوں کو اپنے لشکر میں بھرتی کرنا چاہا۔ عرب تو پہلے ہی شاپور کے ہاتھوں تنگ تھے انہوں نے اس سنہری موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور ایک لاکھ ستر ہزار عرب رومی لشکر میں شریک ہو کر شاپور کے خلاف جنگ آزما ہوئے۔

عرب پر حملہ کرنے کے لئے دو ایرانی لشکروں کا تقرر

ساسانی بادشاہوں کی طرف سے اہلِ عرب کو اپنے دباؤ میں رکھنے کے لئے جو تدابیر اختیار کی گئیں ان میں ایک تدبیر یہ تھی کہ نعمان بن امرؤالقیس جو عراق میں ایران کی باج گزار حکومت کا حاکم اور ایرانی حکومت کی طرف سے عربی علاقہ کا گورنر تھا کو دو لشکر خصوصیت سے اس غرض سے ملے ہوئے تھے کہ جو اہل عرب ان کی اطاعت قبول نہ کریں ان پر حملے کئے جائیں۔

(طبری جلددوم صفحہ:79 ذکر ملك يزدجرد الاثيم مطبوعه: دارالفكر2002ء)

ایرانی بادشاہوں کی اسی ہوسِ ملک گیری کا نتیجہ تھا کہ وہ یمن پر اپنا قبضہ جمانے کی فکر میں رہتے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) نے صلح حدیبیہ کے وقت جب بادشاہوں کو خطوط لکھے تو اُس وقت ایرانیوں نے یمن پر قبضہ کرلیا ہوا تھا۔

اہلِ عرب اور ایران کے درمیان اسلام کے ظہور سے قبل جنگی سرگرمیوں کے سلسلہ میں وہ معرکہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے جو ذوقار کے مقام پر عربی قبیلہ ربیعہ اور ایرانی لشکر کے درمیان پیش آیا۔ ایران کے بادشاہ کسریٰ پرویز نے کسی وجہ سے ناراض ہو کر حیرہ کے بادشاہ نعمان بن منذر کو گرفتار کیا اور جیل میں اس کی وفات واقع ہوگئی۔ نعمان بن منذر نے اپنا اسلحہ بکر بن وائل کے ایک سردار ہانی ابن مسعود کے پاس امانتاً رکھوا چھوڑا تھا۔ نعمان کے مرنے پر شاہِ ایران نے اس عربی سردار سے وہ ہتھیار منگوائے اور ہانی کے انکار پر بادشاہ نے یہ اعلان کردیا کہ وہ بکر بن وائل کے قبیلہ کو جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دے گا۔ (طبری جلددوم صفحہ:162 ذکر خبریوم ذی قار مطبوعه دارالفكر2002ء)

غرض ایرانی لشکر بڑی شان وشوکت سے حملہ آور ہوا۔ اور گو ظاہری طور سے قبیلہ بکر اس کے مقابلہ کی طاقت نہ رکھتا تھا مگر پھر بھی انہوں نے بڑی ہمت اور جوش سے مقابلہ کیا اور ایرانی لشکر شکست کھا کر بھاگ گیا۔ عرب شعراء نے اس قومی فتح

پراشعار کہے۔چنانچہ میمون بن قیس،اصم بن الحارث،أبو کلبة،قیس بن مسعود اور أعشی ابن ربیعة کے اشعار مؤرخ طبری نے اپنی کتاب میں ذکر کئے ہیں

(طبری جلد2ص165-166ذکر یوم ذی قارمطبوعہ دارالفکر2002ء)

ایران و عرب کی کش مکش میں ایران کے جارحانہ رویہ کاایک پختہ ثبوت

مذکورہ بالامعرکہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کے ظہور کے بعد ہوا۔حضور علیہ السلام نے جب اس فتح کی خبر سنی تو فرمایا:۔

ھذا اوّل یوم انتصفت العرب من العجم۔

(المعجم الکبیر الجزو نمبر2صفحہ:46دارالاحیاء التراث العربی طبعة الثانیة)

''یعنی آج پہلا دن ہے کہ عرب نے ایران سے انصاف حاصل کیا ہے''۔

یہ ایک مختصر سا فقرہ ایک لمبی داستان اپنے پیچھے لئے ہوئے ہے ان مظالم اور زیادتیوں کی جو ایرانی حکومت عرب پر روا رکھتی تھی اور یہ ایک بے ساختہ اظہار ہے اس احساس کا جو ایرانیوں کے ہاتھوں سے تنگ آ کر اہل عرب کے قلوب میں پایا جاتا تھا۔

آج معترض ہزار کہے کہ مسلمانوں نے ایران پر حملہ دنگا فساد اور لوٹ مار کی غرض سے کیا یا اپنے مذہب کی جبری اشاعت کی خاطر کیا مگر تاریخ کے صفحات میں قائم رہ جانے والا یہ ایک فقرہ بڑی وضاحت سے عربوں کے ان احساسات کا پتہ دے رہا ہے جن کی بناپر انہوں نے ایران کے خلاف فوجی کاروائی کی۔اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کو ایرانیوں کے ظالمانہ سلوک کا کس قدر شدید احساس تھا۔اور وہ اس شخصی حکومت کی زیادتیوں سے کس قدر تنگ آ چکے تھے۔تاریخ سے یہ امر ظاہر ہے کہ ایرانی حکومت کا یہ رویہ عرب میں اسلام کی ترقی کے زمانہ میں سخت تر ہوتا چلا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی کا خط اور شاہ ایران کا ردِّعمل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) نے صلح حدیبیہ کے بعد ہمسایہ ممالک کے بادشاہوں اور رؤساء کے نام تبلیغی خطوط لکھے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔اس موقعہ پر ایک خط ایرانی شاہنشاہ کسریٰ پرویز کو لکھا اور اپنے ایک صحابی عبداللہ بن حذافہؓ کے ہاتھوں یمن میں ایرانی گورنر بازان کی معرفت ارسال کیا۔عبداللہ بن حذافہ کہتے ہیں کہ جب میں یہ خط لے کر کسریٰ کے دربار میں پہنچا اور اجازت ملنے کے بعد خط بادشاہ کے سامنے پیش کیا تو اس نے اپنے ایک ترجمان کے سپرد کیا تاکہ اُسے ترجمہ کر کے سنائے۔ترجمان نے جب اس خط کا ترجمہ سنایا تو کسریٰ اس کو سن کر غصہ سے بھر گیا اور ترجمان سے خط لے کر اُسے یہ کہتے ہوئے ریزہ ریزہ کر دیا کہ:۔

''میرا غلام ہو کر مجھے اس طرح مخاطب کرتا ہے۔''

کسریٰ نے خط پھاڑنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ اس نے یمن کے گورنر کو یہ ہدایت لکھ کر بھیجی کہ حجاز میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دیا جائے۔اور مواھب لدنیہ کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر وہ اپنے دعویٰ سے توبہ نہ کرے تو فوراً اُس کا سر قلم کر کے میرے پاس بھجوا دیا جائے۔چنانچہ بازان نے دو کارندے اس غرض سے مدینہ بھیج دیئے۔یہ دونوں شخص یمن سے مدینہ کو روانہ ہوئے۔راستہ میں طائف کے قریب ان کی ملاقات قریش کے کچھ لوگوں سے ہوئی جو ہمارے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مخالفت اور آپ کی ہلاکت کے درپے تھے ان کو اس سے بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اس امر کی اطلاع ان الفاظ میں دی کہ:۔

''أبشروا فقد نصب له کسریٰ ملك الملوك، کفیتم الرجل''۔

''یعنی تم کو خوشخبری ہو کہ بادشاہوں کے بادشاہ کسریٰ نے اس (محمد ﷺ) کے لئے آدمی مقرر کر دئے ہیں جو تمہیں اس سے نجات دلا دیں گے۔''

(طبری جلد3ص143ذکر خروج رسل رسول اللہ الی الملوك مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان)

ایرانی حکومت کے یہ دونوں کارندے جب مدینہ پہنچے تو حضورؐ سے ملاقات کے بعد انہوں نے کہا:۔

''انّ شاھانشاہ ملك الملوك کسریٰ،قد کتب الی الملك باذان، یأمرہ ان یبعث الیك من یأتیه بك، وقد بعثنی الیك لتنطلق معی، فان فعلت یکتب فیك الیٰ ملك الملوك ینفعك و یکفّه عنك، وان ابیت فھو من قد علمت! فھو مھلکك و مھلك قومك و مخرّب بلادك۔''

''یعنی شاہنشاہ بادشاہوں کے بادشاہ کسریٰ نے شاہ بازان کو لکھا ہے اور اس کو حکم دیا ہے کہ آپ کے پاس آدمی بھیج کر آپ کو کسریٰ کے پاس لے جائے اس لئے بازان نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ میرے ساتھ اس کے پاس چلیں۔اگر آپ ایسا کریں گے تو وہ شاہنشاہ کو ایسی تحریر لکھ دے گا جس سے آپ کو فائدہ ہو اور بادشاہ آپ کو تکلیف دینے سے رک جائے۔اور اگر آپ انکار کر دیں گے تو آپ کسریٰ کو جانتے ہی ہیں وہ آپ کو تباہ کر دے گا، آپکی قوم کو تباہ کر دے گا اور آپ کے ملک کو ویرانہ بنا دے گا''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اب تم جاؤ کل آنا اور میں تمہیں کل اس کا جواب دوں گا۔دوسرے روز آپؐ نے ان کو بلایا اور کہا کہ ''جاؤ ہمارے خدا نے تمہارے آقا کا آج رات خاتمہ کر دیا ہے۔'' دونوں کارندے متحیر ہو کر واپس یمن پہنچے اور بازان کو اس امر کی اطلاع دی۔زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایران سے اطلاع آ گئی کہ کسریٰ پرویز خود اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔

اس واقعہ سے تین امور کا استنباط

مذکورہ بالا واقعہ پر سرسری نظر ڈالنے سے بھی تین نتائج لازماً اخذ کئے جاسکتے ہیں:۔

(۱) ایرانی حکومت عربوں کو اپنا ماتحت اور زیردست خیال کرتی تھی اور ایرانی بادشاہ

عربوں کو اس نظر سے دیکھتے تھے گویا وہ ان کے غلام ہیں۔اسی بناء پر کسریٰ پرویز نے اپنے دو کارکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (فداہ نفسی) کی گرفتاری کے لئے بھیج دیئے ورنہ ایک آزاد حکومت کے سربراہ کو دوسری حکومت کے کارندوں کا گرفتاری کے لئے آنا ایک بے معنی بات ہے۔

اور حقیقت یہی ہے کہ ایرانی حکومت کا اہلِ عرب پر اپنی Suzerainty قائم کرنے کا زعم ہی تھا جو ان دونوں ملکوں کی سرحدی جھڑپوں کا باعث بنا رہتا تھا اور جو بالآخر وسعت پکڑ کر ایران پر اسلامی قبضہ کا سبب بنا۔

(۲) دوسرا نتیجہ اس واقعہ سے یہ نکلتا ہے کہ عرب بڑی شدت سے ایران کے جارحانہ حملوں کا تختۂ مشق بنے رہتے تھے اور ایران کی جابر حکومت اپنے مقاصد کے لئے ان کمزور قبائل پر مظالم کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتی تھی کیونکہ جب کسریٰ کے کارکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس مدینہ آئے تو انہوں نے کہا:۔

''اگر آپ شاہنشاہ کے پاس چلے جائیں تو یہ آپ کے لئے مفید ہوگا اور وہ آپ کو کوئی سزا نہ دے گا اور اگر آپ اس کے پاس جانے سے انکاری ہیں تو آپ اس کو جانتے ہی ہیں وہ آپ کو ہلاک کردے گا۔آپ کی قوم کو ہلاک کردے گا اور آپ کے ملک کو ویران کردے گا۔

ان خط کشیدہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایرانی مملکت کے عرب کے خلاف ظالمانہ اور جارحانہ اقدامات ایک معروف و مشہور امر تھے۔

(۳) تیسرا نتیجہ اس واقعہ سے یہ نکلتا ہے کہ مسلمان بطور ایک آزاد مملکت کے ایران کے خلاف لشکر کشی کرنے میں سراسر حق پر تھے اور دنیا کے ہر ضابطۂ اخلاق کی رُو سے وہ اس بات کا پورا استحقاق رکھتے تھے کہ اپنے جان و مال سے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی مملکت کے سربراہ کو گرفتار کرنے کی کوشش کرنے والی اور جنگی الٹی میٹم دینے والی حکومت سے جنگ کریں۔

ھُرمز کے حملے

یہ بدیہی بات ہے کہ اہلِ عرب پر ایران کے جو جارحانہ حملے اسلام سے قبل ہوتے تھے ان میں اسلام کے ظہور سے طبعاً زیادتی ہی ہونا تھی کیونکہ اسلام ایران کی عرب پر مزعومہ Suzerainty میں روک تھا۔اور اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کے خط کی بے ادبی کی سزا میں کسریٰ پرویز اپنے بیٹے کے ہاتھوں عذابِ الٰہی کا نشانہ بن چکا تھا اور اس کی موت پر تھوڑے عرصہ میں ہی متعدد اشخاص تختِ ایران پر بیٹھے اور ملک کے اندر ایک خلفشار کی سی کیفیت رہی مگر اس کے باوجود ایرانیوں کے عرب پر جارحانہ حملے جاری رہے۔عرب کی سرحد پر ایرانی صوبہ ایرانی مملکت کے تمام صوبوں میں سب سے زیادہ شان و شوکت کا مالک سمجھا جاتا تھا۔حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں اس صوبہ کا گورنر جس کا نام ہُرمز تھا ایرانی مملکت میں ایک بڑی شخصیت اور جاہ و جلال کا مالک تھا۔اس کی شخصیت اور رتبہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حکومت ایران میں رواج تھا کہ چھوٹے بڑے مراتبِ سلطنت کا امتیاز اُن ٹوپیوں کے ذریعہ کرتے تھے جو اُن کے سر پر ہوتی تھیں اور سلطنت کے سب سے بڑے عہدیدار جو ٹوپی اپنے سر پر اوڑھتے اس کی قیمت ایک لاکھ ہوتی تھی۔تاریخ میں تصریح ہے کہ یہ شخص اس رتبہ کے اعلیٰ ارکان میں سے تھا اور ایسی ہی ٹوپی اس کے سر پر ہوتی تھی۔مؤرخین لکھتے ہیں کہ عرب پر مسلسل حملے کرنا ہرمز کا معمول تھا اور عرب اس سے تنگ آچکے تھے اور ان کے دل اس شخص کے خلاف غصے سے معمور تھے۔کیونکہ

''کان یحارب العرب فی البرّ والھندفی البحرو کان من اسواءِ امراءِ ذلک الفرج جواداً للعرب فکلّ العرب علیه مغیظٌ''۔

وہ خشکی میں عرب سے اور سمندر میں ہندوستان سے جنگ کرتا تھا اور وہ عربوں سے ہمسایہ کے طور پر تعلق رکھنے کے لحاظ سے اس علاقہ کے تمام ایرانی حکام میں سے بدترین تھا اور سب کے سب عرب اس وجہ سے اس سے ناراض تھے۔''

ہرمز کے مظالم اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ وہ خباثت میں عربی زبان میں ضرب المثل بن گیا اور اخبث من ھرمز اور اکفر من ھرمز کے فقرات اہلِ عرب میں عام استعمال ہونے لگے تھے (طبری جلد 2 ص 555،556) کیا ایسے حملوں کے روک تھام کے لئے مسلمانوں کی جوابی کاروائی جارحانہ حملہ قرار دی جاسکتی ہے۔

اسلامی جوابی حملوں کی ابتداء

ایرانی مملکت کے ان جارحانہ حملوں کے خلاف مسلمانوں کی جوابی کاروائیوں کے آغاز کے متعلق عموماً ایک غلط فہمی پائی جاتی ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے عرب کی اندرونی بغاوت اور فتنۂ ارتداد سے نجات پائی تو فوراً حضرت خالدؓ بن ولید کو حکم بھیجا کہ وہ عراق پر حملہ آور ہوں۔یہ بات نہ صرف غلط ہے بلکہ بظاہر مسلمانوں کو ایران پر جارحانہ رنگ میں حملہ آور کے طور پر پیش کرتی ہے۔گو جیسا کہ ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں کہ ایران و عرب کی باہمی جھڑپوں کا سلسلہ تو اسلام کے ظہور سے بہت عرصہ پہلے ہی شروع تھا اور جب بھی موقعہ ملتا طرفین ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوجاتے تھے مگر مدینہ کی اسلامی حکومت کی طرف سے ایران کے خلاف جوابی جنگی کاروائی بھی حضرت خالدؓ کی پیش قدمی سے شروع نہیں ہوئی بلکہ اس کی ابتداء حضرت مُثَنّٰیؓ بن حارثہ کے Counter attacks کے ذریعہ ہوئی۔جو انہوں نے مدینہ سے باقاعدہ اجازت حاصل کرکے شروع کی۔حضرت مثنّٰیؓ اور ان کا قبیلہ عرب میں ایران کی سرحد کے قریب رہتا تھا (طبری جلد 2 ص 255) اور گویا ایرانی جارحانہ حملوں کا پہلا شکار تھا۔حضرت مُثَنّٰیؓ بن حارثہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس مدینہ آئے اور درخواست کی کہ مجھے میری قوم کا افسر مقرر کردیجئے تاکہ میں اس ایرانی علاقہ سے لڑائی کرسکوں جو ہمارے ساتھ لگتا ہے اور اکفیک بناحیتی یعنی اپنے علاقہ کی سمت میں آپ کا بوجھ سنبھال لوں۔چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔بعد میں جب مزید امداد کی ضرورت پڑی تو حضرت خالدؓ کو وہاں بھیجا گیا۔اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کا ایران پر قبضہ مدینہ کی اسلامی حکومت کے کسی جارحانہ پروگرام کے نتیجہ میں نہ تھا بلکہ سرحد پر ایرانی حملوں کے خلاف عرب کے سرحدی قبائل کے جوابی اقدامات کا نتیجہ تھا۔

اسلامی حملہ کی مدافعانہ نوعیت کاقطعی ثبوت

مذکورہ بالانظریہ کاایک قطعی ثبوت تاریخ کے صفحات میں محفوظ رہ جانے والے مندرجہ ذیل بیان سے بھی ملتا ہے۔مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایران میں لڑنے والی اسلامی افواج کے چنیدہ کمانڈروں کاایک وفدکسی سلسلہ میں مدینہ میں حاضر ہوا۔

حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ کیاوجہ ہے کہ مسلمانوں کے مفتوحہ علاقے میں بغاوت کیوں ہو جاتی ہے؟ کیاایسا تو نہیں کہ مسلمان ذمّیوں کو تکلیف دیتے ہیں؟اس کے جواب میں وفد کے ارکان نے کہاایسا ہرگز نہیں۔ ہمارا علم تو یہ ہے کہ مسلمان ذمّیوں سے نہایت حسن سلوک کرتے ہیں اوران سے جو معاہدات ہوئے ہیں ان کو پوری وفاداری سے نبھاتے ہیں۔پھراس بغاوت کی وجہ کیاتھی؟ وفد کے باقی ارکان تو اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے مگراحنف بن قیسؓ نے جو جواب اس سوال کا دیااورجس سے حضرت عمرؓ پراصلی صورتِ حالات واضح ہو گئی۔اس کے جواب میں ایک فقرہ ایساہے جواس سوال کاجواب پوری وضاحت سے دے دیتاہے کہ مسلمانوں نے ایران پرقبضہ کیوں کیااوراس اعتراض کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیتاہے۔گویامسلمانوں کاایران پرحملہ مدافعانہ نہیں بلکہ جارحانہ تھا۔

احنف بن قیس نے حضرت عمرؓ کومخاطب کر کے کہا:۔

''اے امیرالمومنینؓ! میں آپ کو اصل صورتِ حال سے مطلع کرتاہوں۔بات یہ ہے کہ آپ نے ہمیں مزیدفوجی اقدام سے منع فرمادیاہےاوراسی علاقے پررُک کے رہنے کی ہدایت دی ہے جواب تک فتح ہو چکامگرایران کابادشاہ ابھی زندہ موجود ہےاور جب تک وہ موجود ہے ایرانی ہم سے مقابلہ جاری رکھیں گےاور یہ کبھی ممکن نہیں کہ ایک ملک میں دوبادشاہ رہ سکیں۔بہرحال ایک دوسرے کونکال کررہے گااورآپ جانتے ہیں کہ ہم نے کسی علاقہ کوبھی پہلے دشمن کی لشکرکشی کے بغیرفتح نہیں کیااور یہ لشکرکشی ان کے بادشاہ کی طرف سے ہوتی ہےاوراس کا یہ طریق اس وقت تک جاری رہے گاجب تک آپ ہمیں اس امرکی اجازت نہ دیں کہ ہم اس کے علاقہ میں گھس کراس کواس کی مملکت سے نکال نہ دیں۔'' (طبری جلد3ص158)

11ھ میں ایران کے خلاف مسلمانوں نے جوابی کاروائیاں شروع کیں اور یہ وفدجس کاہم نے اوپرذکرکیاہے 17ھ میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضرہوا۔گویاچھ سال کی مسلسل جنگوں کے بعدجس دوران میں تمام عراق فتح ہو چکاتھااورقادسیہ جیسے بڑے معرکے ہو چکے تھے۔حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک بڑے مسلمان فوجی کمانڈرکایہ کہنا کہ ''آپ جانتے ہیں کہ ہم نے ایران کاکوئی حصہ اس وقت تک فتح نہیں کیاجب تک شاہِ ایران کی افواج نے حملہ نہیں کیا'' بڑی وضاحت سے بتاتاہے کہ مسلمانوں کاایران کے خلاف فوجی کاروائیوں میں واحد مقصد اپنادفاع تھا۔

حضرت عمرؓ کی ایک خواہش

اگرچہ مسلمان ایران کے مقابل مدافعانہ لڑائی شروع کرنے کے بعد دنیا کے ہرقانون کے مطابق اس امرکے مجاز تھے کہ جب تک وہ دشمن کی پوری طاقت کوختم نہ کرلیں جنگ بندنہ کریں مگراس کے باوجود حضرت عمرؓ کااسلامی افواج کوعمومی حکم یہی تھا کہ ہرمعرکہ کے بعد مسلمان اپنی فتح کے فوجی فوائد سے متمتع ہونے کی بجائے مزیدفوجی اقدام روک دیں۔چنانچہ احنف بن قیس سے حضرت عمرؓ کی گفتگو سے یہ امربالکل عیاں ہے مگرافسوس ہے کہ دشمن کے ازسرِنوحملوں کی بناء پرحضرت عمرؓ کی یہ خواہشِ امن پوری نہ ہوتی اورمسلمان پھرمدافعت پرمجبور ہو جاتے۔ظاہر ہے کہ اپنی فتح سے مزیدجنگی اقدام کے لئے پوراپورافائدہ اٹھانااوردشمن کو باربارازسرِنو تیارہوکرحملہ آور ہونے کا موقعہ دینافوجی نقطۂ نظر سے کتناضرررساں ہے مگرحضرت عمرؓ کی صلح اورامن کی خواہش نے مسلسل یہ خطرہ مول لیا۔کیاجارحانہ طورپرحملہ آورہونے والوں اورلُوٹ ماراور جبری اشاعتِ دین کرنے والوں کایہی طریق ہوتاہے؟

جلولاء کے معرکہ میں اسلامی فوج کواہلِ ایران کے خلاف ایک عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔اسلامی فوج کے سپہ سالارنے حضرت عمرؓ کواس فتح کی خبر بھیجنے کے ساتھ مزیدپیش قدمی کی اجازت مانگی اس پرآپ نے سختی سے منع کردیااورفرمایا:۔

''میری تو خواہش ہے کہ ہمارےاوران کے درمیان کوئی ایسی روک ہوکہ وہ نہ ہماری طرف آسکیں اورنہ ہم ان کی طرف جاسکیں'' (طبری جلد3ص 115)

اِسی طرح جب احنف بن قیس نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں خراسان کی فتح کی اطلاع بھیجی تو آپ نے فرمایا:۔

''کاش میں نے کوئی لشکروہاں نہ بھیجاہوتا۔کاش ہمارے درمیان اوران کے درمیان کوئی آگ کاسمندرروک کے طورپرہوتا''۔(طبری جلد3ص 246)

کیاکوئی تسلیم کرتاہے کہ حسرت سے ان جذبات کااظہارکرنے والاڈاکہ زنی اورلُوٹ مارکرنے کے لئے ایران پرحملہ آورہوسکتاتھا؟

عرب اورایرانی و بازنطینی ایمپائرز کی طاقت کاموازنہ

اگرکوئی شخص ایک غیرجانبدارانہ نظرکے ساتھ عربوں اورایرانی اور بازنطینی مملکتوں جن سے عربوں کوبیک وقت لڑناپڑا کی طاقت کاموازنہ کرےتووہ یہ بات کبھی تسلیم کرنے پرتیارنہ ہو گا کہ عرب ان دونوں مملکتوں پرجارحانہ طورپرحملہ آورتھے۔ساسانی اور بازنطینی مملکتیں اپنے وقت میں دنیا کی سب سے بڑی اورسب سے زیادہ زبردست حکومتیں سمجھی جاتی تھیں اوران کے مقابلہ میں عرب تعداد،جنگی اسلحہ اوردوسرے سامانوں اورعلاقائی وسعت کے لحاظ سے آٹے میں نمک کی حیثیت بھی نہ رکھتے تھے۔اس کاایک سرسری اندازہ اس بات سے بھی

لگایا جاسکتا ہے کہ ایرانی جنگوں میں کوئی معرکہ بھی تو ایسا نہیں ہوا جس میں ایرانیوں کی تعداد مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ نہ ہو۔ اور مسلمانوں کے اسلحہ کی یہ حالت تھی کہ ایرانی ان کے اسلحہ کو دیکھ کر تمسخر اُڑایا کرتے تھے اور ہنسی سے ان کے تیروں کو تکلے کہتے۔

آج کل کی فوجی طاقت کے توازن کو مدّنظر رکھ کر اگر یہ مانا جاسکتا ہے کہ مثلاً افغانستان، چین اور روس جیسی مملکتوں پر بیک وقت حملہ کرنے کی جرأت کرسکتا ہے تو یہ بات بھی مانی جاسکتی ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسے بالغ نظر لیڈروں نے نہایت معمولی طاقت کے مالک ہوتے ہوئے ان دو جاہ وجلال کی مالک حکومتوں پر بیک وقت حملہ کا حکم دے دیا ہو۔

اگر مسلمانوں کا ارادہ لُوٹ مار کا تھا، اگر ابوبکرؓ اور عمرؓ نے معاشی بدحالی کی وجہ سے حملہ کا حکم دیا تھا تو وہ بڑی آسانی سے صرف ایک حکومت پر لوٹ مار کے لئے Raids کرسکتے تھے۔ عراق کی زرخیز زمین پر سرحدی حملے ہی ان کی غذائی ضروریات کو درست کرنے کے لئے کافی ہو سکتے تھے۔ ایرانی اور بازنطینی حکومت آپس میں شدید رقابت رکھتی تھی۔ مسلمانوں کے لئے یہ بالکل آسان تھا کہ وہ ایک حکومت پر اپنی لُوٹ مار کی غرض سے حملہ کریں اور دوسری حکومت کی پشت پناہی انہیں حاصل ہو بلکہ جہاں ایک حکومت پر لُوٹ مار کے لئے یلغار کریں وہاں دوسری حکومت سے امداد حاصل کر کے فائدہ اٹھائیں۔ ظاہر ہے کہ اگر عرب بیک وقت ان دو بڑی حکومتوں سے ٹکرائے جو علاقائی وسعت کے لحاظ سے، آبادی کے لحاظ سے، فوجوں کی تعداد کے لحاظ سے، اسلحہ کے لحاظ سے، زرخیزی اور آسودہ حالی کے لحاظ سے ان سے سینکڑوں گنا طاقت کی مالک تھیں تو یہ اقدام ان کو بامرِ مجبوری کرنا پڑا اور لاچار ہو کر وہ مدافعانہ کاروائی پر مجبور ہو گئے۔

تاریخوں سے یہ امر بدیہی طور پر ثابت ہے کہ عرب ان دونوں سلطنتوں کی وسعت اور عظمت سے ہمیشہ مرعوب رہتے تھے اور خصوصاً ایران کی حکومت تو عربوں کی نظر میں ایک نہایت شان وشوکت اور جاہ وجلال کی حکومت تھی جس سے وہ ہمیشہ خائف رہتے تھے۔ اور مسلمانوں کو بھی اس ظاہری طاقت کے عدمِ توازن کا پورا احساس تھا۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ تختِ خلافت پر متمکن ہوئے اور آپ نے ایران کی طرف افواج روانہ کرنے کے لئے مسلمانوں کو اپنے نام پیش کرنے کی دعوت دی تو کوئی شخص آگے بڑھنے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ تین دن تک حضرت عمرؓ کے متعدد اور مسلسل جوش انگیز خطبات کے باوجود ایک شخص نے بھی اپنا نام پیش نہ کیا اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ ایران کی زبردست حکومت اور اس کی فوجی شوکت سے بہت مرعوب تھے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ایرانی

''کانوا اثقل الوجوہ علی المسلمین و اکرھھا الیھم لشدۃ سلطانھم و شوکتھم و قھرھم الامم۔''

محض یہ ایک واقعہ ہی اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ مسلمانوں کا ایران پر حملہ قطعاً جارحانہ نہ تھا۔ اس امر کی تائید کہ مسلمانوں کو ایرانیوں کی کئی گنا فوجی طاقت کا پورا احساس تھا حضرت مُثَنّٰی کے اِس فقرہ سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے بویب کے معرکہ کے بعد (جس میں ایرانیوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھائی) فرمایا:۔

''قد قاتلت العرب والعجم فی الجاھلیۃ والاسلام واللّٰہ لمائۃ من العجم فی الجاھلیۃ کانوا اشدّ علیّ من الفٍ من العرب۔''

اور مسلمانوں کے اس احساس کا ایک قطعی ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں مسلمانوں نے ایرانیوں سے جوابی ٹکر لینی شروع کی تو سعید بن عاصؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور اپنے قبیلہ سے متعلق ایک امر کی طرف جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی نے اپنی زندگی میں وعدہ فرمایا تھا، توجہ دلائی۔ اور باوجود اس کے کہ حضرت ابوبکرؓ ہمارے سید ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات ومواعید کو پورا کرنے میں انتہا پر پہنچے ہوئے تھے مگر جب سعید بن عاصؓ نے اس موقعہ پر اپنے قبیلہ کے لئے ان حقوق کا مطالبہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے ان پر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تم دیکھتے نہیں کہ ایران وروم کے مقابلہ سے ہماری کیا حالت ہو رہی ہے اور تم لایعنی باتیں کر رہے ہو''۔



سانحہ ارتحال

مکرم ومحترم ملک خلیل الرحمٰن صاحب مؤرخہ 5 اکتوبر 2007ء بروز جمعہ 71 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ کو ایک لمبا عرصہ جماعت کی خدمت کی توفیق ملی۔ آپ نے برطانیہ میں قائد خدام الاحمدیہ، نیشنل سیکریٹری سمعی وبصری، سیکریٹری تربیت، ریجنل ناظم مجلس انصاراللہ کے علاوہ صدر جماعت ریڈنگ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ علاوہ ازیں جب سے MTA کا آغاز ہوا ہے آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات کا رواں انگریزی ترجمہ کرنے کی سعادت بھی حاصل تھی۔ وفات کے دن بھی خطبہ جمعہ کے ترجمہ کے لئے جانے کے لئے تیار ہو کر بیٹھے تھے کہ دل کا شدید حملہ ہوا اور آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ آپ انتہائی سادہ مزاج، ملنسار، نیک، خلافت کے شیدائی اور جماعت برطانیہ کے لئے قیمتی وجود تھے۔

وفات کے وقت آپ جماعت احمدیہ عالمگیر کے پریس سکریٹری کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے تھے۔ پسماندگان میں آپ نے اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا یادگار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محترم ملک صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

واما بنعمة ربک فحدث

(بشیر احمد قمر۔ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن ووقف عارضی۔ربوہ)

خاکسار پر اللہ تعالیٰ کے ان گنت احسانات ہیں۔سب سے بڑا یہ کہ میں ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوا جس کو مامور زمانہ حضرت مسیح موعودؑ کو پہچاننے اور قبول کرنے کی سعادت مل چکی تھی۔میرے دادا جان مکرم عطا محمد صاحب موضع چار کوٹ تحصیل وضلع راجوری کی ریاست جموں کے ان ابتدائی احمدیوں میں سے ہیں جن کو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ حیات میں قبول احمدیت کا شرف حاصل ہوا۔ان احمدیوں کو بڑی مخالفت اور ابتلاؤں کا سامنا کرنا پڑا۔لیکن ساتھ کے ساتھ کئی آسمانی نشانات وتائیدات الٰہی ظاہر ہو کر ان کی تقویت ایمان کا موجب بھی ہوتے رہے ۔جماعت وہاں ترقی کرتی رہی اور مخالفین کے حصہ میں ذلت ورسوائی آئی۔میرے والدین پیدائشی احمدی ہیں اور ہمارے خاندان میں پانچویں نسل احمدیت میں جاری ہے۔الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ تا قیامت اس نعمتِ خدا وندی کا ان میں سے ہر چھوٹے بڑے مرد وزن کو قدردان بننے کی توفیق بخشتا چلا جائے۔آمین

والد صاحب کا نام عبدالکریم تھا۔آپ عالمِ جوانی میں وفات پا گئے۔ آپ باقاعدہ کسی سکول وغیرہ میں نہ پڑھے تھے لیکن اپنی محنت اور کوشش سے اردو پڑھنا سیکھ لیا تھا۔اردو اچھی طرح پڑھ لیتے تھے البتہ لکھنے کی مشق نہ تھی۔مطالعہ کا بہت شوق تھا۔قادیان اکثر جلسہ سالانہ پر جایا کرتے تھے اور سلسلہ کی کوئی نہ کوئی کتاب خرید کر لایا کرتے تھے۔کتابوں کے لئے خاص طور پر ایک الماری بنوائی ہوئی تھی اور ان کی حفاظت کا خاص خیال رکھتے تھے۔رات کو دیر تک مطالعہ کرتے تھے اور صبح کے وقت تلاوتِ قرآنِ کریم باقاعدہ فرماتے تھے۔ایک دفعہ مجھ سے قرآنِ کریم سننا شروع کیا۔میں نے غلطیاں کیں تو بہت سخت سست کہا اور سزا بھی دی اور یہ فرماتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے کہ میری تو خواہش تھی کہ خوبصورت آواز سے تلاوت کرے گا ۔اپنی زندگی میں آپ نے صرف ایک ہی دفعہ مجھے قرآنِ کریم کو صحیح اور اچھی آواز میں نہ پڑھنے پر سزا دی۔یہ آپ کی پہلی اور آخری سزا تھی۔

یومِ تبلیغ کے موقع پر مجھے 'تبلیغِ ہدایت' کے بعض حصے پڑھا کر دوسرے بزرگوں کے ساتھ تبلیغ کے لئے بھیج دیتے تھے کہ یہ حصے تو نے پڑھ کر سنانے ہیں اور کبھی اپنے ساتھ بھی لے جاتے تھے اور اپنی موجودگی میں مجھ سے مجلس میں پڑھواتے تھے۔پرائمری سکول کا زمانہ تھا اور اگرچہ وہ دلائل مجھے سمجھ میں نہ آتے تھے مگر چونکہ آپ مجھے وقف کرنا چاہتے تھے اس لئے اسی لائن پر میری تربیت کرنے کی کوشش کی۔نماز پنجگانہ کی ادائیگی کے ساتھ تہجد بھی ادا کرتے۔مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تہجد میں قیام کی حالت میں اونچی آواز سے قرآنی دعائیں پڑھا کرتے تھے۔ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرة اعین کی دعا مجھے اس زمانہ کی یاد ہے۔اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے اردو کلام سے وہ دعائیہ اشعار اکثر ترنم سے پڑھا کرتے تھے جو اولاد کے بارہ میں ہیں۔اس زمانہ کے بعض مصرعے اور اشعار مجھے یاد ہیں جو والد صاحب پڑھا کرتے تھے۔مثلاً

سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھ سے پائے
سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے
میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری

میرے وقف اور تربیت میں میرے والد صاحب کی نیک خواہش اور دعاؤں کا بہت بڑا دخل ہے۔آپ جہاں خود دعائیں کرتے، قرآنی دعاؤں کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے دعائیہ منظوم کلام بحق اولاد اکثر بلند آواز سے پڑھتے اور میرے ہوش سنبھالنے پر میرے سامنے بھی میرے مبلغ بننے کی خواہش کا ذکر کرتے، وہاں دوستوں اور ملنے والے بزرگوں کو بھی تحریکِ دعا کرتے رہتے تھے۔اب تک ان میں سے جو زندہ ہیں ان کے اس جذبہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

والد صاحب کے ہمراہ قادیان کا سفر

1946 کے جلسہ سالانہ میں قادیان میں شمولیت کے لئے مجھے بھی ساتھ لے گئے۔گجرات تک پیدل سفر تھا۔جلسہ سے چند دن پہلے ہم عشاء کے بعد قادیان کی مبارک بستی میں رات کے وقت داخل ہوئے۔بالکل خاموشی تھی۔ایک دوست سائیکل پر جا رہے تھے۔اُن سے لنگر خانہ کا راستہ پوچھا گیا۔انہوں نے راہنمائی کی۔اس بستی میں پہلی دفعہ داخل ہونے پر جو بات آج تک مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ وہ دوست جن سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔وہ اونچی آواز سے درود شریف پڑھ رہے تھے۔وہ نظارہ اب تک مجھے یاد ہے۔وہ پڑھ رہے تھے۔صل علیٰ نبینا صل علیٰ محمد (ﷺ)۔

ایک دن والد صاحب کہیں یہ اعلان سن کر آئے یا پڑھ کر آئے کہ مسجد اقصیٰ میں ایک مبلغ صاحب کی اطفال الاحمدیہ سے ملاقات ہے اور یہ بزرگ لندن سے آئے ہیں۔وہ مبلغ حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب تھے جو کئی سال کے بعد واپس آئے تھے۔والد صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک مبلغ صاحب لندن سے سالہا سال کے بعد دعوت الی اللہ کرنے کے بعد واپس آئے ہیں اُن سے تمہاری ملاقات کروانی ہے۔جب مجھے لے کر وہاں پہنچے تو مسجد اقصیٰ کے صحن میں چند اطفال بیٹھے تھے۔ایک بزرگ کرسی پر بیٹھے تھے شمال کی طرف اُن کا رُخ تھا۔انہوں

نے کیا فرمایا مجھے کچھ یاد نہیں۔لیکن والد صاحب نے میرے اندر وقف کی روح کو زندہ رکھنے کے لئے یہ کیا۔پھر ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت شمس کے مبارک خاندان سے میرا جسمانی تعلق بھی ہوا۔اُن کی حقیقی بھانجی سے میری شادی ہوئی۔اور حضرت شمس صاحب نے ہی نکاح پڑھایا۔الحمدللہ۔

قادیان سے واپسی براستہ سیالکوٹ اور جموں ہوئی۔دوران سفر ایک دن عصر کا وقت تنگ ہورہا تھا۔والد صاحب نے اپنے قافلہ کے افراد کو جو اپنے ہی خاندان کے افراد تھے فرمایا کہ جنگل ہے جہاں ہم نے رات کو قیام کرنا ہے وہ جگہ دور ہے۔اس لئے ہم چلتے چلتے اشارہ سے نماز پڑھ لیتے ہیں۔بہر حال حسب ہدایت میں نے بھی پڑھی۔راستہ میں جہاں بھی رات کو ٹھہرتے تھے وہاں بھی با جماعت نماز پڑھتے۔اور جو غیر احمدی اجنبی ہمارے مہمان نواز ہوتے ان کو بھی تبلیغ کرتے۔

جس دن گھر پہنچے عصر کے بعد کا وقت تھا۔ہمارے گھر الگ الگ اپنی اپنی زمین پر ہوتے تھے۔آپ نے مجھے باہر ایک جگہ ٹھہرنے کو کہا اور فرمایا کہ دیکھتے ہیں تیری ماں کیا کہتی ہے۔اور خود اکیلے گھر چلے گئے۔والد صاحب کو اکیلا دیکھ کر میرے متعلق پوچھا کہ بشیر کہاں ہے؟ انہوں نے بڑی سنجیدگی سے کہا کہ پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔اور وہ سمجھیں کہ قادیان چھوڑ آئے ہیں۔پریشان ہوگئیں۔ان کو مغموم دیکھ کر مجھے آواز دی۔ اور میں جب اندر آیا تو وہ مجھے دیکھ کر خوش ہوگئیں۔اور ایسے موقع پر جو جذبات ماؤں کے ہوتے ہیں اس کا اظہار ہوا اور آخر والد صاحب کی خواہش کو میری والدہ نے ان کی وفات کے بعد نہایت کٹھن اور مشکلات میں پورا کیا۔اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور ہماری دعائیں ان کو پہنچتی رہیں۔(آمین ثم آمین)

والد صاحب کی آخری وصیت

1947ء میں والد صاحب عالم جوانی میں فوت ہوگئے۔کئی دن بیہوشی اور غشی کی حالت میں رہے لیکن وفات سے چند گھنٹے پہلے پوری طرح ہوش میں آ گئے۔سب خوش اور پر امید کہ خدا نے فضل کیا۔چہرہ پر بڑی رونق آ گئی۔اس دوران میری والدہ صاحبہ کو اپنے پاس بلا کر وصیت کے رنگ میں کہا کہ بشیر کو پڑھانا ہے خواہ گائے بھینس اور گھر کی چیزیں فروخت کرنا پڑیں۔والدہ صاحبہ نے کہا کہ اب آپ ٹھیک ہورہے ہیں۔انشاء اللہ ضرور ایسا کریں گے۔آپ نے پھر کہا کہ یہ میری وصیت ہے۔اور تھوڑی دیر بعد آپ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

میری والدہ مرحومہ کی قربانی

میری والدہ ماجدہ کا نام محمد بی بی تھا۔آپ والد صاحب کی وفات کے پانچ سال بعد 1952ء میں رفیوجی کیمپ چک جمال ضلع جہلم میں فوت ہوئیں اور وہاں ہی دفن ہوئیں۔آپ کے پانچ چھ بچے فوت ہوئے کچھ والد صاحب کی زندگی میں اور کچھ آپ کی وفات کے بعد۔والد صاحب کی وفات کے بعد چھ ماہ کے اندر میرا چھوٹا بھائی خلیل احمد فوت ہوگیا جو بہت خوبصورت اور صحت مند تھا۔اور پھر جلد کشمیر میں ہندو مسلم فسادات شروع ہوگئے۔گھر بار چھوڑنا پڑا۔ایک دن کے سفر کے بعد میں سخت بیمار ہوگیا۔خونی پیچش اور بے ہوشی کا شکار رہا، بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔لیکن اللہ تعالیٰ نے لمبی بیماری کے بعد شفا دی۔یہ بیماری اور پردیس کی بے سروسامانی میری والدہ کے لئے بہت بڑا ابتلا تھا۔جس دن میں ہسپتال سے فارغ ہوکر مانسر (رفیوجی کیمپ ضلع کیمبل پور) میں اپنی رہائش گاہ پر کسی کے ساتھ آرہا تھا، راستہ میں دو چار پائیاں اٹھائے جماعت کے دوست ملے اور بتایا گیا کہ میری والدہ اور چھوٹا بھائی شدید بیمار ہیں۔اسی رات ہسپتال میں میرا پیارا بھائی مشتاق احمد فوت ہوگیا۔صبح والدہ بیماری کی حالت میں اس کا جنازہ لے کر بیرک میں آگئیں۔بے انتہا غم۔مجھے تو تسلی دیتیں لیکن خود علیحدگی اور راتوں کی تاریکی میں مَیں اُن کو روتے سنتا۔اس حادثہ کے چند دنوں بعد میری ایک شادی شدہ بہن نذیر بیگم گوجرانوالہ رفیوجی کیمپ میں جوانی کے عالم میں فوت ہوگئی۔میری والدہ نے یہ سب صدمات بڑے صبر سے برداشت کئے۔

اتنے سارے صدمات کے باوجود ایک دن مجھے فرمانے لگیں کہ تمہارے والد صاحب کی آخری وصیت تمہاری پڑھائی کے متعلق ہے اس لئے تم حضور کو خط لکھو اگر وہ تمہیں قبول کریں تو تم جاؤ اور مبلغ بن کر اپنے والد صاحب کی آخری خواہش اور وصیت پوری کرو۔یہ ایک عورت ذات اور ماں کی بڑی جرأت تھی کہ دو تین بچے تھوڑے ہی عرصہ میں فوت ہوگئے۔بیوگی کی حالت ہے۔اب ایک ہی بیٹا اور چھوٹی سی چند سال کی بچی ہے۔وطن سے بے وطن ہے۔اور اب اس بیٹے کو اپنی مرضی سے اپنے خاوند کی وصیت پوری کرتے ہوئے جدا کرنے کو تیار ہوگئیں۔

ان حالات میں بعض بزرگوں اور عزیزوں نے مشورہ دیا کہ ایسے حالات میں مجھے ربوہ نہ بھیجا جائے۔شاید وہ سمجھتے تھے کہ اس کی جدائی سے ان کی صحت پر برا اثر نہ پڑے۔لیکن آپ نے اپنے خاوند کی آخری خواہش اور وصیت کو پورا کرنے کا عزم کیا ہوا تھا۔اگرچہ میری جدائی کے خیال سے غمزدہ بھی تھیں۔ایک دن میں نے ان کو الگ بیٹھے روتے ہوئے دیکھا۔وجہ پوچھنے پر پہلے تو ٹالتی رہیں پھر کہنے لگیں کہ بعض رشتہ داروں نے مجھے تمہارے جامعہ میں بھیجنے پر مجھے روکا تھا۔اور میرے اصرار پر مجھ سے ناراض ہوئے کہ ہماری بات نہیں مانتی۔وہاں کسی نے یہ بھی کہہ دیا کہ دیکھیں گے کہ یہ کہاں سے مولوی فاضل بن کر آئے گا؟ یہ بات سنا کر مجھے کہا کہ تم کو وہاں ضرور جانا ہے اور محنت سے پڑھنا ہے اور مولوی فاضل پاس کرنا ہے۔یہ تمہارے باپ کی وصیت ہے۔افسوس ہے کہ میری والدہ مجھے مولوی فاضل بنا ہوا نہ دیکھ سکیں۔

میری والدہ کی ایک حسین خواہش

مجھے یاد ہے میں پانچ چھ سال کا تھا اپنی والدہ کے پاس بیٹھا تھا۔میرے تایازاد بھائی گھر کے دوسرے افراد کو عشاء یا مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے۔میری والدہ نے مجھے اسی وقت آواز دے کر کہا کہ تم بھی کبھی بڑے ہوکر نماز پڑھاؤ گے اور میں تجھے نماز پڑھاتے ہوئے دیکھوں گی۔اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حسین تمنا کو بھی

پورا کردیا لیکن وہ مجھے نماز پڑھاتے یا تقریر کرتے ہوئے نہ دیکھ سکیں۔اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ان کی اس تمنا اور دعا کا ان کو اپنی رضا کی صورت میں بدلہ دے اور درجات بلند فرمائے۔آمین

بہر حال میں نے والدہ کی ہدایت پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں خط لکھا اور چند دنوں بعد نظارت تعلیم کی طرف سے ایک کارڈ ملا جس پر مکرم عبدالسلام صاحب اختر مرحوم کے دستخط تھے کہ تم فلاں تاریخ کو انٹرویو اور داخلہ کے لئے ربوہ آجاؤ۔اس پر سب رشتہ داروں کو تعجب ہوا اور میری والدہ کو ازراہِ ہمدردی نرمی سے بھی اور سختی سے بھی مشورہ دیا کہ اس کو نہ بھیجو تو ایک بیوہ ہے اور تیرا ایک ہی بیٹا ہے، پردیس کا معاملہ ہے۔بعض نے سخت سست بھی کہا۔مجھے ان باتوں کا کوئی علم نہ تھا۔ایک دن میں نے ان کو تنہائی میں روتے ہوئے دیکھا۔پوچھا کیوں روتے ہیں۔پہلے ٹالتے رہے لیکن میرے اصرار پر بتایا کہ میں بڑے ابتلا میں ہوں، کٹھن آزمائش میں مبتلا ہوں، سخت امتحان ہے۔ایک طرف تمہارے والد صاحب کی آخری وصیت ہے دوسری طرف رشتہ داروں کے مشورے ہیں۔میرے اپنی بات اور ارادہ ہیں آپ کے والد صاحب کی وصیت پر قائم رہنے کی وجہ سے مجھے بہت کچھ سننا پڑ رہا ہے۔کس کو اپنا حال سناؤں۔آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔پھر جرات کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں ضرور بھیجوں گی خواہ کچھ ہو جائے۔القصہ میں جامعہ احمدیہ احمد نگر میں آ گیا۔مجھے داخلہ مل گیا۔میں جامعہ کے طلباء میں میں سب سے چھوٹا تھا۔تین سال بعد میری والدہ محمدی بی بی بھی مجھے اور پانچ چھ سال کی میری ایک چھوٹی بہن حمیدہ بیگم کو چھوڑ کر اللہ کو پیاری ہو گئیں۔اناللہ وانا الیہ راجعون

میرے تایا جان کی ایک تمنا

میرے تایا جان کا نام دوست محمد تھا۔میرے والد صاحب دو بھائی تھے۔بڑی محبت اور اتفاق سے رہتے تھے۔والد صاحب کی وفات کے بعد تقریباً بیس سال تک میرے لئے دعائیں کرتے اور پدرانہ شفقت سے پیش آتے رہے۔تقریباً 80 سال کی عمر میں میرا ابھڑ کا آزاد کشمیر میں وفات پائی۔

انا لِلّٰہ و انا الیہ را جعو ن ۔

رشتہ میں میرے ایک ماموں مولوی بشیر احمد صاحب غالباً 46-1945ء میں قادیان سے مولوی فاضل کر کے گھر گئے. وہ صبح صبح سیر کے لئے جایا کرتے تھے۔ایک دن جب کہ وہ سیر کر رہے تھے میرے تایا جان نے خاندان کے دوسرے افراد کی موجودگی میں میری طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ ''کبھی ہمارا بھی کوئی مولوی فاضل ہوگا ''۔میرے تایا جان کی اللہ تعالیٰ نے یہ خواہش قبول فرمائی۔آپ کو لمبی زندگی دی اور آپ نے اپنے خاندان کے دو مولوی فاضل دیکھے۔خاکسار خدا کے فضل سے مولوی فاضل کے امتحان میں بورڈ میں سیکنڈ تھا۔خاکسار کے بعد میرے بیٹے نے بھی فاضل عربی کیا اور خدا کے فضل اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کی برکت سے سرگودھا بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی اور گولڈ میڈل حاصل کیا اور پھر میرے وقفِ زندگی کے بعد حضور نے ان کے وقف کو بھی قبول فرمایا۔الحمدللہ۔

سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ والدین کی نیک خواہشات اور دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔میرے والدین اور میرے تایا جان نے جس وقت اپنی اپنی خواہش کا اظہار کیا وہ قبولیتِ دعا کا وقت تھا۔یہ چند باتیں اس لئے لکھی ہیں کہ احباب میرے ان بزرگوں کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آخر دم تک ہمیں اپنے عہد کو نبھانے کی توفیق بخشے آمین۔

[اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نہ صرف آپ کی اولاد کو خدمتِ دین کی توفیق مل رہی ہے بلکہ آگے ان کے بچوں میں بھی یہی جذبہ خدمت کا پایا جاتا ہے۔مکرم محترم بشیر احمد قمر صاحب کے بڑے بیٹے مکرم محترم نصیر احمد قمر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت اعلیٰ خدمات کی توفیق عطا فرمائی ہے۔جامعہ احمدیہ سے فارغ ہونے کے بعد 1978ء میں ان کی تقرری جامعہ میں بطور استاد ہوئی اور انہیں تفسیر القرآن پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔1985ء تا 1987ء وکالتِ تبشیر (لنڈن) میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔1987ء تا 1994ء حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بطور پرائیویٹ سیکرٹری کام کرنے کا قابلِ رشک اعزاز حاصل ہوا۔اس دوران انہیں حضور کے ساتھ متعدد تاریخی سفروں میں حاضر رہنے اور خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔1995ء میں ہفت روزہ ''الفضل انٹرنیشنل'' کے مدیر اعلیٰ مقرر ہوئے اور بڑی کامیابی کے ساتھ جماعت کے اس اہم دینی، علمی اور تربیتی اخبار کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔1996ء میں ایڈیشنل وکیل الاشاعت کی تقرری کا اعزاز حاصل ہوا اور حال ہی میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے انگلستان کے جامعہ میں قرآنی علوم کی تعلیم کے لئے منتخب ہوئے ہیں۔ان خدمات کے علاوہ کئی اور جماعتی اداروں مثلاً ریوآف ریلیجن، ایم ٹی اے اور شرکۃ الاسلامیہ کے ڈاریکٹر بھی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکرم نصیر احمد قمر صاحب کے دونوں بیٹے وقفِ نو میں شامل ہیں اور بڑے بیٹے عزیزم مستنصر احمد قمر اسی سال جامعہ احمدیہ انگلستان میں داخل ہوئے ہیں۔اسی طرح مکرم بشیر احمد صاحب کا پہلا نواسہ بھی جامعہ احمدیہ ربوہ میں زیر تعلیم ہے۔مکرم بشیر احمد قمر صاحب کے دوسرے بیٹے مکرم ناصر احمد قمر صاحب جو حافظِ قرآن ہیں، واقفِ زندگی تو نہیں مگر انہیں بھی ایک لمبے عرصہ سے وکالتِ علیا میں خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔اسی طرح آپ کے ایک بیٹے مکرم مظفر احمد قمر صاحب بھی خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔خدا تعالیٰ مکرم محترم بشیر احمد قمر صاحب کے بزرگوں کے درجات بلند فرمائے اور ان کی دعاؤں کے ثمرات ان کی نسل در نسل ظاہر ہوتے رہیں آمین۔مدیر اعلیٰ]

مجلس انصاراللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2007ء کا نہایت کامیاب انعقاد

مختلف ریجنز کے 1230 انصار اور 285 مہمانان کی شمولیت

نماز تہجد، درس و تدریس، ذکر الٰہی، تربیتی و تبلیغی فورم، علمی و ورزشی مقابلہ جات، علماء سلسلہ کی پر اثر تقاریر

چیریٹی واک 2007ء کے ذریعہ -/120000 پونڈز سے زائد جمع ہونے والی عطیہ جات کی تقریب تقسیم

(رپورٹ ۔ لطیف احمد شیخ)

الحمدللہ کہ مجلس انصاراللہ یو کے کو 26 تا 28 اکتوبر 2007ء بروز جمعۃ المبارک، ہفتہ، اتوار بمقام مسجد بیت الفتوح سالانہ مجلس شوریٰ اور تین روزہ اجتماع منعقد کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اجتماع کو کامیاب بنانے اور زیادہ سے زیادہ انصار کو شامل کرنے کے لئے مرکزی سطح پر بہت پہلے ہی کوششیں شروع کردی گئیں تھیں۔ اجتماع میں شامل ہونے والے انصار کی کل تعداد 1230 تھی اور 285 مہمان بھی شامل ہوئے، جب کہ گذشتہ سال انصار کی حاضری 1112 تھی۔

مجلس شوریٰ کا انعقاد: مورخہ 26 اکتوبر 2007ء بروز جمعۃ المبارک صبح 10 بجے مجلس شوریٰ کی کارروائی صدر انصاراللہ برطانیہ محترم چوہدری وسیم احمد صاحب کی زیر صدارت شروع ہوئی۔ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کے بعد محترم صدر مجلس نے اپنے افتتاحی خطاب میں مجلس شوریٰ کی غرض وغایت اور اس کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ نیز انہوں نے ممبران شوریٰ کو انکی ذمہ داریوں اور تمام ممبران کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات اور نصائح کی روشنی میں اپنے فرائض ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ صدر مجلس کے خطاب کے بعد مرکز کی طرف سے موصولہ نئے دستورِ اساسی کی توثیق کا اعلان کیا گیا۔ بعدازاں گزشتہ سال کی شوریٰ میں منظور کی جانے والی تجاویز پر عملدرآمد کی رپورٹ تفصیل کے ساتھ پیش کی گئی۔ اور پھر سالِ رواں کے لئے منظور اور رد ہونے والی تجاویز پڑھ کر سنائی گئیں نیز تربیت، تبلیغ اور مال کے شعبہ جات سے متعلق منظور شدہ تجاویز پر غوروخوض کے لئے تین کمیٹیاں بنائی گئیں۔

مجلسِ شوریٰ کے اگلے اجلاس میں آئندہ دو سال کے لئے صدر مجلس اور نائب صدر صف دوم کے انتخاب کی کارروائی عمل میں آئی۔ اس اجلاس کی صدارت حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق مکرم و محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب نے کی۔ جس کی رپورٹ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بغرض منظوری پیش کی گئی۔ حضور انور نے مکرم ولید احمد صاحب کی بحیثیت صدر مجلس انصاراللہ اور مکرم ڈاکٹر منصور احمد ساقی صاحب کی بطور نائب صدر صف دوم مجلس انصاراللہ برطانیہ، ازراہ شفقت منظوری عطا فرمائی۔

نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد سب کمیٹیوں کے اجلاسات ہوئے اور پھر قریباً پونے چار بجے سہ پہر دوبارہ مجلسِ شوریٰ کی کارروائی شروع ہوئی، جس میں سب کمیٹیوں کی رپورٹ اور سفارشات پیش کی گئیں جنہیں حتمی منظوری کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ شوریٰ کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ نے اپنے اختتامی خطاب میں ممبران شوریٰ، سب کمیٹیوں کے اراکین، تجاویز بھیجنے والی مجالس اور دوران شوریٰ رائے دینے والے احباب کا شکریہ ادا کیا۔ نیز انہوں نے فرمایا کہ ان تجاویز کی روشنی میں شعبہ وصایا، قرآن کلاس اور نماز باجماعت کی ادائیگی کے لئے ایک مہم کی صورت میں مزید توجہ دینی ہوگی

سالانہ اجتماع (افتتاحی اجلاس)

مورخہ 26 اکتوبر 2007ء بروز جمعۃ المبارک افتتاحی اجلاس سے قبل لوائے احمدیت لہرانے کی تقریب منعقد ہوئی۔ امیر صاحب برطانیہ محترم رفیق احمد حیات صاحب نے لوائے احمدیت اور صدر مجلس انصاراللہ محترم چوہدری وسیم احمد صاحب نے لوائے برطانیہ لہرایا۔ بعد ازاں محترم امیر صاحب نے دعا کروائی۔ کارروائی کا آغاز محترم امیر صاحب برطانیہ کی صدارت میں ہوا۔ محترم امیر صاحب نے اپنے افتتاحی خطاب میں انصار کو اپنی اور اپنی اولادوں کی تربیت کی طرف توجہ دلائی۔ اس سلسلے میں امیر صاحب نے خاص طور پر جھوٹ کے خلاف ایک جہاد کرنیکی ضرورت پر زور دیا اور فرمایا کہ تمام انصار کو اپنے بچوں کو امانت اور دیانت کے اعلیٰ اخلاق اپنے نیک نمونے سے سکھانے ہیں۔ اپنے گھروں کے ماحول کو ٹھیک رکھنے کیلئے اپنے بچوں کو وقت دیں اور ان پر نظر رکھیں اور حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطابات باقاعدہ سنیں اور بچوں کو بھی سنائیں اور ان خطبات پر عمل کریں کہ یہ تربیت کا سب سے بہترین ذریعہ ہیں۔ آپ نے بچوں کی تعلیم کا خاص خیال رکھنے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ وقف نو بچوں کا خاص خیال رکھیں۔

بعدازاں مکرم مبارک احمد بسرا صاحب مربی سلسلہ نے سیرت النبیؐ کے ایک پہلو ''رسول کریم ﷺ کا انداز تربیت'' کے موضوع پر تقریر کی اور اس حوالے سے آنحضرت ﷺ کی سیرت سے ایمان افروز واقعات پیش کئے۔ بعدازاں مکرم مولانا محمد اکرم ملک صاحب مربی سلسلہ نے ذکر حبیب کے عنوان سے سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے شرائط بیعت چہارم اور نہم کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبی کریم ﷺ کی پیروی میں خلق اللہ کی

ہمدردی، خدمت اور محبت کو مختلف ایمان افروز واقعات بیان کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی عام اور غریب مخلوق کی پریشانیوں اور مصیبت کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہمدردی، بے چینی اور ان کے لئے رقت و گریہ زاری سے دعا کے تعلق کا بھی احاطہ کیا۔ان تقاریر کے بعد دعا سے اجتماع کا افتتاحی اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

ہفتہ 27 اکتوبر 2007ء

مقابلہ جات: صبح باجماعت نماز تہجد اور پھر نمازِ فجر کے بعد درس القرآن کا اہتمام کیا گیا تھا۔صبح سوا نو بجے طاہر ہال اور ناصر ہال میں بیک وقت تلاوت قرآن کریم، نظم اور فی البدیہہ تقاریر کے مقابلہ جات منعقد ہوئے بعد ازاں پیغام رسانی کا مقابلہ بھی کروایا گیا۔ورزشی مقابلہ جات میں ریجن کی سطح پر فٹبال، والی بال، رسہ کشی اور انفرادی سطح پر صف اوّل اور صف دوم میں گولہ پھینکنا اور سو میٹر دوڑ کے مقابلے شامل تھے۔ان کے علاوہ 70 سال سے زائد عمر کے انصار کے لئے پچاس میٹر دوڑ کا ایک مقابلہ بھی کروایا گیا جو بہت ہی دلچسپ رہا۔بعد از نماز ظہر و عصر انصار کو ایک سوالنامہ حل کرنے کے لئے دیا گیا جو تاریخ احمدیت، اسلام، احادیث نبویہ، قرآنی آیات اور کتب سلسلہ سے متعلق سوالات پر مشتمل تھا۔

تربیتی فورم: اس اجلاس کی صدارت مکرم نسیم احمد باجوہ صاحب مربی سلسلہ نے کی۔مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب نے ''انبیاء کے متبعین اور ان کا عمل و کردار'' کے زیر عنوان تقریر کی اور قرآن کریم سے انبیاء کے متبعین کے حالات پر روشنی ڈالی۔بعد ازاں قائد تربیت مجلس انصار اللہ برطانیہ مکرم چوہدری اعجاز احمد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خواہش کے مطابق صد سالہ خلافت جوبلی سے پہلے پچاس فیصد چندہ دہندگان کو نظام وصیت میں شامل ہونے کی تحریک کی انہوں نے بتایا کہ مجلس انصار اللہ کے چندہ دہندگان انصار میں سے اب تک 33% اس نظام میں شامل ہو سکے ہیں۔انہوں نے تمام ریجنل ناظمین، زعماء مجالس اور اس اجتماع میں شامل انصار کو اپیل کی کہ حضور انور کی خواہش کے مطابق اس بابرکت نظام میں شمولیت کی کوششیں کریں۔

مکرم ظہیر احمد خان صاحب نے ''نماز کی اہمیت'' کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے قرآنی آیات اور احادیث کے حوالہ سے نماز کی فرضیت اور اہمیت کو واضح کیا اور انصار کو یاد دلایا کہ مجلس شوریٰ 2004ء کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ نے قیامِ نماز کے لئے انصار اللہ کو بطور خاص ذمہ داری دی تھی۔اس لئے یہ انصار کا فرض ہے کہ نہ صرف خود باقاعدگی سے پنجوقتہ نماز کی ادائیگی کریں بلکہ اپنے گھروں میں اہل خانہ کو بھی اس کی عادت ڈالیں کیونکہ یہ نماز ہی ہماری اور ہماری نسلوں کی روحانی زندگی کی ضمانت ہے۔

اجلاس کے اختتامی خطاب میں مکرم مولانا نسیم احمد باجوہ صاحب نے ایک حدیث ''سورج مغرب سے نکلے گا'' کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی تشریح کی تھی کہ اسلام مغرب میں پھیلے گا۔انہوں نے کہا کہ مغرب میں لاکھوں کی تعداد میں آباد مسلمان اسلام کے لئے کوئی خاطر خواہ کام انجام نہیں دے سکے۔یہ اعزاز صرف جماعت احمدیہ کو حاصل ہے کہ مغرب میں ابتدائی مبلغین نے احیائے اسلام کے لئے عملی کوششیں کرتے ہوئے جان مال اور وقت کی قربانیاں دیں۔یہاں رہتے ہوئے اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے احکامات، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقرر کردہ شرائط بیعت اور خلفائے سلسلہ کی خواہشات کے تابع کر دیں اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پورا کرنے کے لئے اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کے لئے وقف کریں۔دعا سے قبل مجلس انصار اللہ برطانیہ کے تحت انٹرنیٹ پر جاری قرآن کلاس کے متعلق اس کے آرگنائزر مکرم ڈاکٹر امجد صاحب نے پروجیکٹر کی مدد سے حاضرین اجتماع کو اس کلاس میں شامل ہونے کے طریقہ کار کی وضاحت کی۔انہوں نے اس کلاس کے بارے میں بتایا کہ یہ کلاس حضور انور کی خواہش ''گھر گھر قرآن کلاس ہونی چاہئے'' پر شروع کی گئی ہے۔

تبلیغی فورم: شام مسجد بیت الفتوح میں محترم امام صاحب کی صدارت میں ایک تبلیغی فورم منعقد ہوا۔مکرم مولانا منیر الدین شمس صاحب نے اپنے والد محترم حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحبؓ اور مکرم ڈاکٹر سردار حمید صاحب نے اپنے دادا حضرت سردار عبد الرحمٰن صاحبؓ (مہر سنگھ) کے حالاتِ زندگی بیان کئے۔نیز مقررین نے ایک کامیاب داعی الی اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق قائم کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا۔بعد ازاں قائد تبلیغ مجلس انصار اللہ برطانیہ مکرم شیخ رفیق احمد صاحب نے تبلیغ کے مختلف طریقہ کار بیان کئے اور بتایا کہ اپنے نیک عملی نمونے اور اعلیٰ اخلاق سے پڑوسیوں کو اپنا گرویدہ بنائیں۔اس کے بعد چیریٹی واک میں ایک ہزار پاؤنڈز کا عطیہ جمع کرنے والے مکرم ڈاکٹر شمس الدین میر صاحب نے حاضرین کو اپنے تجربہ سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ اگر ہر ناصر کوشش کرے تو عطیہ کی اتنی بڑی رقم آسانی سے جمع کی جا سکتی ہے نیز کس طرح اس موقع کو اخبارات میں جماعت کے تعارف کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔اجلاس کے اختتامی خطاب میں محترم امام صاحب نے فرمایا کہ جو کچھ اسلام کے خلاف ہو رہا ہے اس کا دفاع کرنا بھی احمدیوں کی ذمہ داری ہے اور احمدیوں میں بھی خاص طور پر انصار کا فرض ہے کہ اپنے ماحول میں اسلام اور احمدیت کا پیغام عملی طور پر پہنچائیں۔

تقریب تقسیم عطیہ رقوم: دوسرے دن کا آخری اجلاس محترم امیر صاحب برطانیہ کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں امسال مجلس انصار اللہ برطانیہ کے زیر اہتمام چیریٹی واک میں جمع ہونے والی عطیہ جات کی رقوم کے چیک برطانیہ کے مختلف چیریٹی اداروں کے نمائندگان میں تقسیم کئے گئے۔اس تقریب میں مختلف اداروں کے نمائندگان اور میسر آلٹن Cllr Robyn Fitzer، میسر مرٹن Cllr Jhon Dehaney، اور Baroness Emma Nicholson MEP کے علاوہ دیگر معززین نے بھی شرکت کی۔نائب صدر صف دوم مجلس انصار اللہ برطانیہ محترم ولید احمد صاحب نے چیریٹی واک کی رپورٹ پیش کی اور بتلایا کہ اس واک میں 1479 واکرز نے شرکت کی اور ایک لاکھ بیس ہزار پونڈز سے زیادہ

کے عطیہ جات جمع کئے گئے۔ رپورٹ کے بعد مندرجہ ذیل نمائندگان میں عطیہ جات کی رقوم کے چیک تقسیم کئے گئے ۱۔ہیومینیٹی فرسٹ ۲۔ایج کنسرن انگلینڈ ۳۔واٹرایڈ لائف ۴۔ایج کنسرن ہمپشائر ۵۔آلٹن کمیونٹی سینٹر ۶۔میئر آلٹن چیرٹی ۷۔ہیومینیٹی فرسٹ (فیڈ اے فیملی پروگرام) ۸۔الزہیمرز سوسائٹی ۹۔ہیومینیٹی فرسٹ (لرنز اسکلز) ۱۰۔ہیلپ دی ایج انگلینڈ ۱۱۔ ہیلپ دی ایج فار ویلز ۱۲۔ ہوم اسٹارٹ ۱۳۔ ہیومینیٹی فرسٹ (مسرور سیکنڈری اسکول گیمبیا) ۱۴۔کنگز لے سینٹر ۱۵۔ان سی ایچ (برسٹل، مانچسٹر، بریڈفورڈ) ۱۶۔فلزنکویل ہوسپائس ۱۷۔رائل کاؤنٹی ہسپتال سرے ۱۸۔سٹریتھ کیلون ٹاکنگ نیوز پیپر ۱۹۔ووڈ لینڈ ٹرسٹ ۔ اس طرح کل انیس چیریٹی اداروں میں ایک لاکھ اکیس ہزار پانچ سو پونڈز کی رقم تقسیم کی گئی۔اداروں کے نمائندگان نے انصاراللہ کی اس خدمت کا شکریہ ادا کیا اور ان کے کاموں کو سراہا۔

اتوار 28 اکتوبر 2007ء

اجتماع کے آخری دن کا آغاز باجماعت نماز تہجد اور نماز فجر کے بعد درس القرآن سے کیا گیا۔صبح علمی مقابلہ جات کے دوسرے اجلاس میں مقابلہ تقریر اور دینی معلومات پر مشتمل ایک کوئز پروگرام منعقد ہوا۔

اجلاس بر موضوع نظام خلافت کی برکات: محترم مرزا نصیر احمد صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کی صدارت میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس کا موضوع تھا ''نظام خلافت کی برکات''۔ پہلی تقریر میں مکرم لئیق احمد طاہر صاحب مربی سلسلہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ذریعہ خلافتِ اولیٰ میں خلافت کے قیام اور استحکام کے لئے کی جانے والی کوششوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں ہی قدرت ثانیہ کے بارے میں وضاحت فرمادی تھی کہ جب تک میں نہیں جاؤں گا اس وقت تک قدرت ثانیہ نہیں آئے گی۔ یہاں قدرت ثانیہ سے مراد خلافت ہی تھی نہ کہ صدر انجمن احمدیہ جو کہ ان کی زندگی میں موجود تھی۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اپنی فراست اور تدبر سے منکرینِ خلافت کی تمام کوششوں کو ناکام بنادیا اور مشکلات اور مخالفت کے باوجود خلافت کے قیام اور استحکام کے لئے اقدامات کئے۔

مکرم مولانا اخلاق احمد انجم صاحب نے اپنی تقریر میں خلافت کی اہمیت ،مقام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور میں منکرین خلافت کا سدّ باب کے موضوع پر تقریر فرمائی اور بتایا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اسی لئے خدا تعالیٰ اس کی جماعت کو خطرات سے بچاتا ہے اور مصیبت کے وقت جب دشمن سر اٹھاتا ہے تو خدا گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے اور اپنی قدرت کا نمونہ دکھاتا ہے۔انہوں نے آیت استخلاف کے حوالہ سے بیان فرمایا کہ نبی کی طرح خلافت کی اطاعت بھی لازمی قرار دی گئی ہے۔

مکرم مولانا منور احمد خورشید صاحب نے اپنی تقریر میں خلافتِ ثالثہ اور خلافتِ رابعہ کے بابرکت ادوار کا ذکر کرتے ہوئے 74ء اور 84ء کے حالات کا موازنہ کیا اور فرمایا کہ خلافت ہی وہ راستہ ہے جو نبوت کی منزل کو مکمل کرتا ہے۔ خلافت کا ہر لمحہ ایک معجزہ ہوتا ہے جن کا احاطہ کرنا انسانی زندگی کے بس کی بات نہیں، ہماری کامیابیاں بھی خلیفہ وقت کی دعاؤں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔خلیفہ وقت کا وجود ہر وقت خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے سائے میں ہوتا ہے۔

محترم مولانا مرزا نصیر احمد صاحب نے اختتامی خطاب میں اطاعت خلافت کے موضوع پر انصار کو حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ،نظامِ وصیت میں شمولیت،نمازوں کی ادائیگی اور تعلیم القرآن کلاسوں کے حوالے سے ہدایات کی طرف توجہ دلائی اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خلافت کا اصل منشاء سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اختتامی اجلاس محترم امیر صاحب برطانیہ کی صدارت میں شروع ہوا۔تلاوت قرآن کریم اور اس کے انگریزی ترجمہ کے بعد محترم صدر صاحب انصاراللہ برطانیہ کی قیادت میں انصاراللہ کا عہد دہرایا گیا۔محترم امیر صاحب نے علمی وورزشی مقابلہ جات میں ریجنل اور انفرادی سطح پر اوّل دوم سوم پوزیشن حاصل کرنے والے انصار کو انعامات دیئے۔امسال چیریٹی واک کے لئے زیادہ سے زیادہ عطیہ جات کی رقوم جمع کرنے ،اجتماع میں سوفیصد حاضری کا ٹارگٹ پورا کرنے ،شعبہ مال میں مقررہ ٹارگٹ پورا کرنے اور دوران سال مجموعی طور پر بہترین کارکردگی دکھانے والی مجالس اور ریجنز کو انعامات دیئے گئے۔امسال علم انعامی کے لئے مجلس ٹوٹنگ بہترین کارکردگی کی بنیاد پر اوّل اور علم انعامی کی مستحق قرار پائی۔ بارك اللہ لکم۔

تقریب تقسیم انعامات کے بعد محترم صدر صاحب انصاراللہ نے اجتماع کی رپورٹ پیش کی اور مختصر خطاب کیا محترم صدر صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے جب نحن انصار اللہ کہا تو اپنا سب کچھ نچھاور کردیا۔ہم بھی ہر مرتبہ اپنا عہد دہراتے ہیں اور نحن انصار اللہ کہتے ہیں تو ہمیں بھی اسی طرح کے نمونے پیش کرنے ہوں گے۔محترم امیر صاحب نے اجتماع کے اختتامی خطاب میں حضور انور کی صحت سے متعلق تازہ ترین رپورٹ پیش کرنے کے بعد بچوں کی تربیت کے حوالے سے والدین پر ان کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔انہوں نے فرمایا کہ یہ ایک آزاد معاشرہ ہے اور یہ آزادی ہمارے لئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔اس سے نبرد آزما ہونے کے لئے ہمیں محبت سے اپنے بچوں کے دل جیتنا ہوں گے۔ انہیں سچائی کی ترغیب دینے کے لئے ہمیں خود سچائی کا اظہار کرنا ہوگا۔انہیں برائیوں سے بچانے کے لئے جماعت اور خلافت کے ساتھ وابستگی کو پختہ کرنا ہوگا۔اجتماع کا اختتام دعا کے ساتھ ہوا۔